Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

بدر

ہفت روزہ

قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰ - ۷ روپے
ممالک غیر
۵۰ - ۷ روپے
فی پرچہ ۱۲ نئے پیسے

جلد ۹ | ۲۵ ظہور ۱۳۳۹ ہش – ۳ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ – ۲۵ اگست ۱۹۶۰ء | نمبر ۲۴

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۰ اگست (بوقت پونے گیارہ بجے دن) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۱۹ کو ایبٹ آباد سے ربوہ تشریف لے آئے۔ حضور کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

کل دن بھر حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی رات نیند اچھی آگئی اس وقت طبیعت اچھی ہے۔ الحمد للہ
احباب جماعت حضور کی صحت کاملہ عاجلہ، درازیٔ عمر کیلئے دردِ دل کیساتھ دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو جلد شفایاب فرمائے۔ آمین۔

لاہور ۲۳ راگست حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ام مظفر احمد صاحب کا اپریشن کامیابی سے ہوگیا ہے اگرچہ اس پر قریباً سات گھنٹے لگے" الحمد للہ۔ احباب حضرت سیدہ موصوفہ کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں فرماتے رہیں۔

صوبہ کشمیر کا تبلیغی و تربیتی دورہ

(۳)

مرسلہ شیخ حمید اللہ صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ سرینگر

بتوسط نظارت دعوت و تبلیغ قادیان

روانگی برائے بانڈی پورہ سرینگر کے جلسہ کے بارہ میں جو ۳ اگست کو منعقد ہونے والا تھا مقامی دوستوں کو کچھ ہدایات دے کر خاکسار اور مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل بانڈی پورہ کے لئے ۳ راگست کی صبح کو روانہ ہوگئے اونہ گام بانڈی پورہ میں ہماری جماعت ہے قیام مکرم حاجی عبد الغنی صاحب کے مکان پر رہا۔ اس روز مقامی جماعت کے چندہ جات کے حسابات چیک کئے گئے

اونہ گام میں تبلیغی جلسہ ۴ راگست کی شام کو اونہ گام میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا گیا۔ صدارت کے فرائض مکرم حاجی عبد الغنی صاحب نے ادا فرمائے۔ اس جلسہ میں شمولیت کے لئے اردگرد کے معززین کو دعوت نامے بھی بھجوائے گئے تھے۔ اس کے نتیجہ میں کئی معززین اور گورنمنٹ ملازم احباب شریک جلسہ ہوئے تھے۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے حکومت وقت اور جماعت احمدیہ کے موضوع پر تقریر کی۔ جس میں بتایا کہ جماعت احمدیہ کا یہ مذہبی عقیدہ اور مسلک ہے کہ وہ جس حکومت کے ماتحت بھی ہوں اس کے فرمانبردار وفادار ہوں گے۔ لہٰذا یہاں بھی ہم اپنی حکومت کے ہر طرح وفادار ہیں۔ بعد ازاں مکرم مولانا امینی صاحب نے "اسلام اور امن عالم" کے موضوع پر قریباً دو گھنٹہ دلنشیں تقریر فرمائی جس میں فضائل اسلام اور سیرت طیبہ آنحضرت صلعم کو اچھے انداز میں پیش فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں امن اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی قائم ہوگا۔ نہ کہ ہائیڈروجن ایٹم بم کے ذریعہ سے مولانا موصوف کی اس تقریر کو ہندو اور مسلم احباب نے خوب سراہا اور خواہش کی کہ ایسی تقاریر وسیع پیمانے پر ہونی چاہئیے جلسہ کے اختتام پر اردو، ہندی اور انگلش لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

۵ راگست نماز جمعہ اونہ گام میں ہی ادا کی گئی۔ مولانا امینی صاحب نے خطبہ جمعہ میں احباب کو مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ دوستوں کو لازمی چندہ جات کی ادائیگی کے علاوہ تحریک جدید، وقف جدید اور نشر و اشاعت کے چندہ جات میں بھی حصہ لینا چاہیئے۔

روانگی برائے کولاب نماز جمعہ کے بعد سوپور کے لئے روانہ ہوئے۔ سوپور میں ہمارے ایک احمدی بھائی عبد الحمید صاحب محمود رہتے ہیں۔ ان کو گھر موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ شام کو ہم اڑہ پہونچ گئے رات وہاں ایک ہوٹل میں بسر کی اور ۶ راگست کی دوپہر کو ہم (قندھال) کولاب پہونچ گئے۔ یہ وہ علاقہ ہے جس میں قبول احمدیت کے بعد خاکسار کو طرح طرح کی اذیتیں پہونچائی گئیں۔ میرے اہل و عیال کو مجھ سے چھینا گیا۔ حتیٰ کہ میرے والد اور قریب ترین عزیزوں نے بھی میرا بائیکاٹ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے استقامت عطا فرمائی فالحمد للہ علی ذالک۔

محترم امینی صاحب کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خاکسار نے مکرم مولوی صاحب کو وہاں لے جانے کا پروگرام بنایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب [illegible] فضل و کرم سے اب حالات بدل چکے ہیں۔ تعصب کم ہوگیا ہے کولاب کے مختلف معززین موسعد اور میرے رشتہ دار مکرم مولانا امینی صاحب کی ملاقات کے لئے آتے رہے اس طرح دو دن وہاں رہ کر تبلیغ کا اچھا موقعہ ملا۔ اس علاقہ کے بعض ملاں جو احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش تھے اپنی بداعمالیوں کے نتیجہ میں لوگوں کی نگاہوں سے گر گئے ہیں۔ اس لئے اب عوام ہماری باتوں کو محبت سے سنتے اور غور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو ہدایت عطا فرمائے۔

واپسی برائے سرینگر مورخہ ۸ راگست کی شام کو سرینگر واپس آگئے اور یہاں پہونچ کر مقامی عہدیداروں سے جلسہ سرینگر کے انتظامات کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔ اور بعض ہدایات دیں۔

روانگی برائے ہاڑی پاری گام چونکہ جلسہ سرینگر کے انعقاد تک چندوں کا وقفہ تھا ۹ راگست کی صبح کو ہاڑی پاری گام کیلئے روانہ ہوگئے اس جماعت میں برادرم مولوی محمد ایوب صاحب بطور مبلغ کام کر رہے ہیں۔ اس جماعت کے چندہ جات کے حسابات کو چیک کیا۔ اور مقامی مبلغ صاحب کی رہائش کے بارہ میں تکالیف تھیں اس کے بارہ میں مقامی عہدیداران سے مشورہ کیا۔ چنانچہ مقامی احباب نے مبلغ کی رہائش کے لئے علیحدہ مکان بنانے کا جو فیصلہ کیا تھا۔ ۱۰ راگست کی صبح کو بعد نماز فجر دعاؤں کے ساتھ جناب مولانا امینی صاحب نے اس کا سنگ بنیاد رکھا مقامی دوستوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ یہ مکان پندرہ بیس روز میں تیار کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

۹ راگست کی شب کو مسجد احمدیہ میں ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مکرم مولانا امینی صاحب نے احباب سے خطاب کرتے ہوئے اُن کے سامنے سلسلہ کی مالی ضروریات کی وضاحت کی۔ چندہ جات کی باقاعدہ ادائیگی کی تحریک کی۔ یہ تقریر اردو میں تھی جس کا کشمیری زبان میں ترجمہ مکرم ولی محمد صاحب نور ریاتی [illegible] (باقی)

محترمہ بیگم صاحبہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ کی قادیان میں بخیریت واپسی

قادیان ۲۳ راگست۔ جیسا کہ قبل ازیں اطلاع شائع ہوچکی ہے کہ تکلیف کی علالت کے باعث محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بیگم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو مورخہ ۱۱ کو لال ہسپتال امرتسر داخل ہونا پڑا۔ بارہ روز ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد آج صبح کی گاڑی قادیان واپس تشریف لے آئے۔ کمزوری کے سبب سفر کی کوفت زیادہ ہے۔ ویسے الحمد للہ کہ سیدہ موصوفہ کی صحت بتدریج بہتر ہو رہی ہے۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو جلد کامل صحت عطا فرمائے۔ اور صحت و سلامتی کے ساتھ خدمت دین بجا لانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رتا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ ۲۵ اگست سنہ ۱۹۶۰ء

اتحاد اور قناعت

ہندوستان کی تیرھویں یوم آزادی کی تقریب صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اس سال مدراس میں منائی۔ اس جگہ ایک موقع پر آپ نے مورخہ ۱۴ اگست کو ممبران اسمبلی و کونسل کو خطاب کرتے ہوئے جن اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی وہ اخبار میں شائع شدہ رپورٹ کے ان الفاظ سے واضح ہے۔

"راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے مدراس کے ممبران اسمبلی و کونسل کی میٹنگ میں کھلے دل سے باتیں کیں اور نہایت دل سوزی اور خلوص سے اپیل کی کہ ملک کو دو چیزوں کی اشد ضرورت ہے۔ تمام باشندوں کا اتحاد اور قناعت کا جذبہ۔ ان کے بغیر ملک ترقی نہ کر سکے گا۔ آپ نے کہا ملک کی آزادی کو انتشار اور نفاق کے رجحانات سے بڑا خطرہ ہے جو کہ کسی قسم کے اشتعال کے بغیر سر اٹھاتے ہیں۔"

(پرتاپ جالندھر ۱۵ اگست ۶۰ء)

بلاشبہ کسی ملک کی سالمیت اور اس کی ترقی و سربلندی کی اولین ضمانت اس کے طول و عرض میں بسنے والے باشندوں کا قدم سے قدم ملا کر چلنا کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونا اور ملکی ترقی کے سلسلے میں جاری ہونے والے کام میں باہم متحد و متفق ہونا ہے۔ انفرادی و اجتماعی کوششوں میں اس سرچشمہ سے آب حیات کی بہم رسانی ہوگی۔ اس سے غفلت کے نتیجہ میں نکبت و ادبار کے در کھلیں گے۔ ہماری دانست میں صدر جمہوریہ کی طرف سے اتحاد کے بارہ میں تلقین بروقت اور بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے۔ جس شخص کو ملکی حالات سے واقفیت ہے اور جسے آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں سے آگاہی ہے وہ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ ہمارا ملک اندرونی اور بیرونی حالات کی جس نزاکت سے اس وقت دوچار ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے وقت میں کسی ملک کی آبادی کا متحد و متفق ہونا ازبس ضروری ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ ہمارا ملک تعمیر نو کی ابتدائی منازل کو بڑی سرعت سے کامیابی کے ساتھ طے کرتا جا رہا ہے۔ بایں ہمہ کسی کسی جگہ افتراق و انشقاق کی آندھیاں اٹھتی دکھائی دیتی ہیں جو کسی وقت بھی اس کے متوقع روشن مستقبل پر تاریکی کے پردے ڈالنے کا موجب بن سکتی ہیں۔ مندرجہ بالا بیان کے مطابق جس طرح صدر جمہوریہ نے "کھلے دل سے" بعض باتیں بھارت واسیوں کے سامنے رکھیں۔ ہمارا خیال ہے کہ پنجاب کے ایک اردو روزنامہ نے بھی اسی طور پر کھلے دل سے اپنے آزادی نمبر کے مقالہ افتتاحیہ میں اس افتراق و انشقاق کی باتوں کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ملکی ترقیات کا خوش کن ذکر کرنے کے بعد معاصر اپنے اس مقالہ میں تصویر کا دوسرا رخ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:-

"آزاد ہو کر ہمیں وطنیت کا احساس نہیں ہوا بلکہ یوں کہو کہ دور غلامی میں جو احساس وطنیت کا تھا وہ بھی ہم کھو چکے ہیں۔ ہمارے لیڈروں نے صوبے بنائے تھے۔ انتظام کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے وہ انتظامیہ یونٹ ہیں۔ اور ایک ہی دیش کے انگ ہیں۔ لیکن کیا کوئی بھی صوبہ دوسرے کو اپنا سمجھتا ہے۔ سمجھتا ہوتا تو آج مختلف صوبوں میں کشمکش کاہے کو نظر آتی۔ بہت کم صوبے ایسے ہیں جن میں حد بندی کا جھگڑا نہیں۔ اور جو ہیں ان کے اندر سر پھٹول جاری ہے۔ ہمارے سولہ صوبے ایک طرح سے ۱۶ ملک بن چکے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو جو سلوک مرہٹوں نے گجراتیوں سے روا رکھا۔ اور اب آسامیوں نے بنگالیوں سے وہ دیکھنے میں نہ آتا۔ دکھشن میں اتر سے کٹ کر ایک آزاد ملک بن جانے کی تحریک چالو ہے۔ مدراس میں جماعتیں ایسی ہیں جو بھارت سرکار کو ودیشی سرکار سمجھ کر اس کا پرچار کر رہی ہیں۔ حال ہی میں مدراس میں ایک اینٹی ہندی کنونشن ہوئی۔ دراوڑ منیتر کازگام سے سمبندھ رکھنے والے ایک ممبر اسمبلی نے اپنے لیڈر سے مخاطب ہو کے کہا۔ کہ ہمیں یہاں دوسرا آسام بنانے دو۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ دراوڑ ہوم لینڈ یا وطن کیسے قائم ہوتا ہے۔ اس پر ایک لاکھ مدراسیوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ اس مدراسی نے کس چیز کی اجازت چاہی؟ وہ اس میں مقیم اپنے غیر مدراسی ہندوستانی بھائیوں کو ختم کرنے کی۔ کیا یہی وہ جذبۂ وطنیت ہے جو آزادی نے ہمیں دیا ہے۔ اتحاد اور یگانگت نام کو نہیں۔ ہر صوبہ اپنی اپنی ڈفلی بجا رہا ہے۔ ہر کوئی اپنا مفاد سوچتا ہے۔ دہلی کا ماسٹر پلان شائع ہوا۔ تو اس میں یہ ذکر بھی تھا کہ دہلی سے ملحقہ پنجاب اور اتر پردیش کے حصوں کو ماسٹر پلان کی سطح پر لانا ہوگا۔ اس کے یہ معنے لئے گئے کہ یہ علاقے صوبہ دہلی میں شامل کر لئے جائیں گے۔ اس پر ایک طرف پنجاب کے منسٹری نے اور دوسری طرف اتر پردیش کے ایک ڈپٹی منسٹر نے کہا کہ ہم تو اپنے صوبہ کی ایک انچ زمین بھی دہلی کو دینے کو تیار نہیں۔ یہ بھی عجیب وطنیت ہے جس کے ماتحت پنجاب اور اتر پردیش اپنے کو دہلی سے الگ سمجھتے ہیں۔ ملک ایک اور سب کا سانجھا ہے۔ چند میل علاقہ ایک کا دوسرے میں چلا گیا تو کیا۔ اس کا اس میں آ ملا تو کیا۔ مگر اس کے لئے کٹ مرنے تیار ہیں۔ اگر ایک صوبہ دوسرے صوبہ کی زمین لینے کا نام لے تو باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا ہو جائے۔ یہ حالات دیکھ کر ہر دیش بھگت اداس ہو جاتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ ہمارے دیش کا کیا بنے گا؟ اس وقت تو پنڈت نہرو کے دم قدم سے مرکزی حکومت کا شیرازہ مضبوط ہے لیکن کیا کل کو جب وہ نہ ہوں گے یہ ملک ایک اور متحد رہ سکے گا یا کہ سولہ مختلف صوبوں میں بٹ جائے گا۔ یہ دھڑکا ہے جو ہر دیش بھگت کو دکھی کئے رکھتا ہے اور اسے اپنے دیش کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔" (پرتاپ ۱۵ اگست ۶۰ء)

اقتباس کچھ لمبا ہی ہے مگر ہم نے اس کا متعلقہ حصہ سارے کا سارا اس لئے نقل کیا ہے تا مقالہ نویس کی بات پورے طور پر قارئین کے سامنے آ سکے اور یہ بات واضح ہو جائے کہ صدر جمہوریہ نے جن باتوں کو "نہایت دل سوزی" سے بیان کیا وہ برمحل تھیں اور کہ ہر محب وطن کو ان کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم اس جدوجہد کو ذہن میں لائیں جو برسوں سے حصول آزادی کے لئے جاری رہی۔ اور پھر اس جہت سے اس کا تجزیہ بھی کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ آزادی کی نعمت بھی اتحاد ہی کی برکت سے حاصل ہوئی تھی اور اب اس کو برقرار رکھنا اور اس سے پورے طور پر لطف اندوز ہونا بھی اسی نقطۂ مرکزی پر موقوف ہے۔ ایک ہاتھ کی پانچوں انگلیاں جب پھیلائی جائیں تو ان میں کس قدر فاصلہ نظر آتا ہے۔ لیکن ایک مضبوط آدمی کا پنجہ جب کسی چیز پر پڑ جاتا ہے۔ اور سب انگلیوں کی مجموعی گرفت اس قدر پختہ ہوتی ہے کہ اس سے چھوٹ جانا کچھ آسان نہیں ہوتا۔ بس یہی وہ چیز ہے جس کی طرف صدر جمہوریہ بھارت واسیوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ اور اس کی اہمیت ظاہر کرانا چاہتے ہیں — اس قسم کی باتیں وقتی نوعیت کی نہیں ہوتیں کہ کسی خاص تقریب کے ساتھ ختم سمجھ لی جائیں۔ نہیں! بلکہ انہیں یاد رکھنا ان پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ بڑے آدمی تو کسی خاص تقریب اور اہم موقع پر ہی کسی اہم امر کی طرف توجہ دلا دیا کرتے ہیں اس کے بعد دوسروں کا کام ہے کہ مناسب اور احسن طریق پر بار بار قوم اور افراد کے سامنے اس بات کو لائیں کہ ملک کے ایک ایک باشندے کے ذہن میں اچھی طرح راسخ ہو جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو بات ایک دفعہ عمدگی کے ساتھ ذہن نشین کرا دی جائے۔ وہ نہ تو ذہن سے اوجھل ہوتی۔ اور پھر اس سے دور رس مفید نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے ہم وطن اس کو سمجھیں اور اس کے مطابق ہی اپنی جدوجہد کے رخ کو موڑنے میں کامیاب ہوں تا ہمارا ملک اس عظیم خطرہ سے محفوظ رہے جو اتحاد کے فقدان کے نتیجہ میں کسی قوم کے لاحق حال ہو سکتا ہے!

دوسری چیز "قناعت" ہے جس کا مطلب حرص اور لالچ کو چھوڑ کر اپنی تھوڑی بہت چیز پر راضی رہنا۔ چونکہ دنیا طلبی اور مال و دولت کی مانگ کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ سینکڑوں روپے کا مالک ہزاروں کو روتا ہے اور ہزاروں کا لاکھوں کو اور لاکھوں کا کروڑپتی بن جانے کے خواب دیکھتا ہے۔ ایک عربی شاعر نے اس کے متعلق بہت ہی خوب کہا ہے کہ

ماکل ما فوق البسیطۃ کافیا
فاذا قنعت فبعض شیء کافی

یعنی انسان کی زیادہ طلبی کی تو یہ حالت ہے کہ دنیا کی سب چیزیں بھی اس کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اگر وہ قناعت سے کام لے تو تھوڑی سی چیز بھی اس کے لئے بہت ہے۔ انسان کی حرص و آز کی غیر محدود خواہش ہی کی بنا پر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

وبقیہ مال و منال اور (باقی ص۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

ہر قوم اور ہر جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات کو احسن طریق سے دنیا میں پھیلائے

ہماری جماعت کے ہر فرد کو دوستوں کے اعتراضات اور ان کے جواب کا بخوبی علم ہونا چاہئیے تا کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت ایمان پر قائم ہو

اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان دلائل و شواہد پر اپنے معتقدات کی بنیاد رکھے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ یکم نومبر سنہ ۱۹۴۰ء

بمقام قادیان

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
آج دوست معمول سے زیادہ تعداد میں جمع ہیں اور مستورات بھی پہلے سے زیادہ معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ان کی طرف سے اس قدر شور و ہنگامہ کی آوازیں آ رہی ہیں کہ غالباً اُس طرف کے ایک حصہ کیلئے خطبہ کا سننا بالکل ناممکن ہو جائیگا۔ یہ اجتماع ہمارے عام محاورہ کے مطابق

رمضان کو وداع

کرنے کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ لوگوں میں سے کئی تو وہ ہیں جنہوں نے رمضان کا استقبال کیا۔ اور پھر رمضان کی معیت میں مہینہ بھر رہے اور اس کی برکتوں کو انہوں نے حاصل کیا وہ آج اس شوق سے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ جس مہینہ نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے آؤ ہم اس کو رخصت بھی کریں تا وہ ہماری محبت کے جذبہ کو دیکھ کر ہمیں اپنی برکتوں سے پھر بھی حصہ دے اور اپنی روحانی نعمتوں سے ہمیں پھر [illegible] [illegible] پھر بھی مالا مال کرے۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے رمضان کا استقبال نہیں کیا تھا اور نہ انہوں نے اس کی برکات سے کوئی فائدہ اٹھایا۔ وہ بھی آج اس مہینہ کو رخصت کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ مگر ان کا آنا بالفاظ دیگر اس لئے ہے کہ وہ رمضان سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہؤا

جو تم جا رہے ہو۔ تمہارے آنے کی وجہ سے ہم ایک مصیبت میں پھنس گئے تھے اور ہمیں خواہ مخواہ لوگوں کی شرمندگی سے بچنے کے لئے بھوکا اور پیاسا رہنا پڑتا تھا اب اچھا ہؤا جو تم جا رہے ہو۔ اور ہمیں اس بلا سے نجات ملی۔ دونوں قسم کے لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق پھل کھائیں گے۔ وہ جس نے رمضان کو پایا اور اس کی برکات سے اس نے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ اس کا وداع برکت والا وداع ہے۔ اور وہ ایسا ہی وداع ہے۔ جیسے ایک دوست دوسرے دوست کو الوداع کہتا ہے اس کا وداع اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ اپنے دوست سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ وہ [illegible] [illegible] [illegible] ہوتا ہے بلکہ وہ اس لئے اسے وداع کرنے جاتا ہے تا اس کا دوست اس پر پھر بھی مہربان رہے اور وہ پھر بھی اس کے پاس آتا رہے۔ مگر وہ جنہوں نے رمضان سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ مگر آج اسے وداع کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ ان کے

وداع کے معنے یہ ہیں

کہ اچھا ہؤا جو تجھ سے چھٹکارا حاصل ہؤا ان دونوں قسم کے آدمیوں کو ان کی نیتوں کے مطابق بدلہ ملے گا۔ وہ جو پہلا گروہ ہے جس نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور محبت اور اخلاص کے جذبات کے ساتھ اسے وداع کرنے کے لئے آیا اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے لئے دعا کریں گے اور کہیں گے۔ خدا تجھے اور بھی کئی رمضان نصیب کرے۔ اور تجھے توفیق دے کہ تو ان کی برکتوں سے فائدہ حاصل کرے مگر وہ آج رمضان کو اس نیت سے الوداع کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ انہیں ایک مصیبت سے نجات ملی۔ ان کو آج کی نماز کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ کیونکہ وہ رمضان کی عزت کرنے نہیں بلکہ اس کی ہتک کرنے کے لئے آئے ہیں۔

اس کے بعد میں

ایک اور امر

کی طرف جماعت کے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ چند دن ہوئے ہماری جماعت کے دوست نے مجھے ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ میں بازار میں سے گزر رہا تھا۔ کہ مجھے ایک مخالف شخص نے کچھ ٹریکٹ دینے چاہے۔ جن کے لینے سے میں نے انکار کر دیا۔ لیکن اس نے اصرار کیا۔ اور کہا کہ آپ لوگوں کو چاہیئے کہ ہماری

باتوں کو سُنیں

اور ٹریکٹ لینے سے انکار نہ کریں۔ اس دوست نے لکھا ہے کہ مجھے ایک عام اعلان کے ذریعہ جماعت کے دستور کو ایسے لوگوں کا لٹریچر پڑھنے سے روک دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح جماعت کا کمزور طبقہ متاثر ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

میں اس بارہ میں پہلے بھی اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک پبلک جگہوں میں یا ایسے مقامات میں جہاں کسی خاص قوم کو کوئی امتیازی حق حاصل نہ ہو۔ وہاں اس کا کوئی جتھہ نہ ہو۔ اور بظاہر امن میں خلل واقع ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔

ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کو پھیلانے کا حق رکھتا ہے

اور اگر ہم اسے روک دیں۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ بیرونی مقامات میں جب ہمارا کوئی احمدی ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کرنے لگے اور دوسرے لوگ اسے روک دیں یا ٹریکٹ لینے اور پڑھنے سے انکار کر دیں تو وہ بھی اپنے رویہ میں حق بجانب سمجھے جائیں۔ حالانکہ اگر کسی جگہ ہمارا کوئی احمدی اپنے ٹریکٹ تقسیم کرتا ہے اور لینے والا نہیں لیتا۔ تو یہ امر اس کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ مگر بہرحال ہم غیروں کو اپنے ٹریکٹ دیتے ہیں۔ تو جو حق ہمیں حاصل ہے وہی حق دوسروں کو بھی حاصل ہونا چاہیئے۔

مذہب دنیا میں امن پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں

فساد پیدا کرنے کے لئے نہیں آتے۔ اور اگر ہم ایک سچے مذہب پر قائم ہیں تو لازماً ہمیں دنیا کو وہ حریت اور آزادی دینی ہوگی جس کے بغیر دنیا کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ پھر لینے والے کا اختیار ہے کہ وہ چاہے تو لے اور چاہے تو نہ لے۔ مثلاً فرض کرو کسی کے ہاتھ میں پہلے ہی بہت سی کتابیں ہوں یا اور کوئی سامان اُٹھایا ہؤا ہو۔ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس وقت نہیں لے سکتا یا ممکن ہے وہ ٹریکٹ اس نے پڑھا ہؤا ہو۔ تو اس صورت میں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اس ٹریکٹ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر اسے پڑھنے کی فرصت ہی نہیں تو اس عذر کی بناء پر بھی وہ کوئی ٹریکٹ لینے سے انکار کر سکتا ہے۔ لیکن اگر دینے والا دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دوسرا شخص غلطی پر ہے اور میرا فرض ہے کہ اب اس کی اصلاح کر دوں۔ تو اگر دیانتداری کے ساتھ اس کی نیت اسی حد تک ہے اور وہ دوسرے کی

خیر خواہی و اصلاح کے جذبہ کے ماتحت

اپنا کوئی ٹریکٹ دوسرے کو پڑھنے کے لئے دیتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسے تقسیم کرنے یا اپنی جماعت کے دوستوں کو ان کے لینے اور پڑھنے سے منع کریں۔ جس چیز کو اسلام ناجائز قرار دیتا ہے اور جسے ہم ناپسند کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اشتہار بازی یا ٹریکٹوں کی تقسیم وغیرہ سے کوئی فتنہ اُٹھایا جائے اور پھر ہم اس امر کو ناپسند کرتے ہیں کہ کوئی شخص رات کو اُٹھ کر کسی کے خلاف کارڈوں لگا دے اگر اس میں

جرأت اور دلیری

ہے تو وہ کیوں اپنی شکایت اپنی مجلس اپنی جماعت اور اپنی قوم کے بزرگوں کے سامنے اس معاملہ کو نہیں رکھتا۔ اور انہیں کیوں نہیں بتاتا کہ فلاں خرابی کو دور کرنا چاہیئے اس کے معنے تو یہ ہیں کہ اس نے ایک بے دلیل بات بیان کر دی۔ مگر جب جواب دینے والا ہے وہ حیران ہے کہ وسوسہ ڈالنے والا بھاگ کہاں گیا۔ تو یہ چیزیں ہیں جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن

علی الاعلان کسی کو اشتہار یا ٹریکٹ دینا

ہرگز کوئی ناپسندیدہ طریق نہیں۔ بشرطیکہ اس میں گالیاں نہ ہوں۔ اور بشرطیکہ اس کی [illegible] فساد کی نہ ہو۔ اگر اس طریق کو روک دیا جائے تو مذہب دنیا میں کبھی امن ہی نہیں سکتا۔ آخر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جو مخالف تھے۔ انہیں

آپ کی باتیں سننا ناگوار ہی گذرتا تھا۔ مگر کیا اس وجہ سے انہیں حق تھا کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں کو پھیلانے سے روک دیتے۔ یا اُس زمانہ میں تو یہ بیس نہیں تھا مگر کیا موجودہ زمانہ میں غیر احمدیوں کو حق حاصل تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ کہتے کہ آپ ہم میں اپنے اشتہار یا ٹریکٹ کیوں تقسیم کرتے ہیں۔ پس اس قسم کی باتوں کو روکنا حماقت کی بات ہے

ہر قوم کا حق ہے

کہ وہ اپنے خیالات کو احسن طریق پر دنیا میں پھیلائے اور چاہے تو اشتہار تقسیم کرے اور چاہے تو ٹریکٹ دے۔ یہ لینے والے کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو لے اور چاہے تو نہ لے۔ مگر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے کو اپنے لٹریچر کی تقسیم سے روک دے۔ یہ تو اشاعت لٹریچر کے متعلق میں نے ایک اصول بیان کیا ہے۔ لیکن میں اسی حد تک اپنی بات کو محدود نہیں رکھتا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ میرے نزدیک کسی قوم کو بھورے میں بٹھا دینا اس سے

انتہا درجہ کی دشمنی

اور اس کی ترقی کی جڑ پر اپنے ہاتھوں سے تبر رکھنا ہے۔ جو قوم بھورے میں بند کرکے بٹھا دی جائے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اور نہ کبھی عزت اور عروج کو حاصل کر سکتی ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے بچوں کو گھروں میں سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں اور انہیں تاکید کرتے رہتے ہیں کہ دیکھنا باہر نہ جانا دیکھنا فلاں فلاں سے نہ ملنا وہ اپنے ماں باپ کی موجودگی میں تو الگ تھلگ رہتے ہیں۔ لیکن جب ان کے سروں سے ماں باپ کا سایہ اٹھ جاتا ہے تو وہ اول درجہ کے آوارہ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان کے جذبات دبے ہوئے ہو[illegible] اور وہ خیال کرتے ہیں کہ نہ معلوم فلاں فلاں لڑکے میں کیا بات ہے کہ ہمارے ماں باپ ہمیں ان سے ملنے نہیں دیتے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ جب ماں باپ سر پر نہیں رہتے۔ تو چونکہ ان کے دل میں مدتوں سے جذبات دبے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے ایسے شوق اور ایسی محبت سے ملتے ہیں کہ بہت جلد خراب ہو جاتے ہیں۔ لیکن دوسرا لڑکا جس کی گو جائز نگرانی کی جاتی ہو۔ مگر ایسے لڑکوں کے ساتھ ملنے جلنے سے بھی منع نہ کیا جاتا ہو وہ جب آوارہ لڑکوں کو دیکھتا ہے۔ ان کے انجام پر نظر دوڑاتا ہے۔ تو کبھی غلطی

نہیں کرتا۔ اور بالعموم اس کا ایسا مضبوط کیریکٹر رہتا ہے کہ لوگ اس پر ڈورے نہیں ڈال سکتے۔ مسلمانوں کے تنزل کا بھی زیادہ تر یہی سبب ہوا کہ وہ

غیر مذاہب کی کتب کے پڑھنے سے غافل

ہو گئے۔ چنانچہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان کسی عیسائی کی کتاب نہیں پڑھیں گے کسی ہندو کی کتاب نہیں پڑھیں گے کسی اور مذہب والے کی کتاب نہیں پڑھیں گے صرف اپنے ہی مذہب کی کتاب پڑھتے رہیں گے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ عیسائی کیا کہتے ہیں۔ ہندو کیا باتیں پیش کرتے ہیں۔ اس لئے جب ہندو یا عیسائی ان سے کسی مذہبی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں تو وہ آسانی سے ان کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن عیسائی دوسرے مذاہب کی کتب کو خوب غور سے پڑھتے ہیں۔ اور خواہ ان کے سامنے کتنی ہی زبردست دلیلیں پیش کی جائیں ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پس بجائے اس کے کہ میں اس قسم کے لٹریچر کی اشاعت کو ناپسند کروں اور جماعت کو اس کے پڑھنے سے روک دوں۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ جماعت کو اپنی فرصت کے اوقات میں

اس قسم کا لٹریچر ضرور پڑھنا چاہیئے

اگر تمہیں معلوم ہی نہیں کہ مخالف کیا کہتا ہے تو تم اس کا جواب کیا دو گے؟ اور اگر ہماری جماعت کے بعض لوگ اتنے ہی کمزور ہیں۔ کہ وہ مخالف کی ایک کتاب پڑھ کر اپنا ایمان چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ تو ایسے لوگوں کو سنبھالنے سے کیا فائدہ۔ ایک شاعر نے طنزاً کہا ہے کہ ؎

کیا ڈیڑھ چلو پانی سے ایمان بہ گیا

اس نے تو ایک ناجائز چیز کا ذکر کرکے کہا ہے۔ کہ کیا میں اس کا ڈیڑھ چلو پی کر ہی کافر ہو گیا۔ مگر جو جائز باتیں ہیں ان کے متعلق ہم یہ کہاں فرض کر سکتے ہیں کہ ہماری جماعت میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کا ایمان مخالفوں کا ایک اشتہار یا صرف ایک ٹریکٹ یا ایک کتاب پڑھنے سے ہی ضائع ہو جائے گا۔ اور وہ ایسا متاثر ہوگا کہ احمدیت کو چھوڑ دے گا۔ اور اگر کوئی متاثر ہوگا تو اسی وجہ سے کہ ہم نے اسے احمدیت کی حقانیت کے دلائل پوری طرح نہیں سمجھائے ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے

کہ جب کوئی قوم دوسروں کا لٹریچر پڑھنے سے غافل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی اس ذمہ داری کو جو قوم کے تمام افراد کو صحیح

تعلیم دینے سے تعلق رکھتی ہے ادا کرنے میں سُست ہو جاتی ہے۔ اس قوم کے افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ جب ہم نے دوسروں کا لٹریچر پڑھنے سے اپنی تمام کو منع کر دیا ہے۔ تو وہ غیر کے اثرات سے متاثر ہی کب ہوگی۔ گویا وہ اصلاح کا ایک شارٹ کٹ تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ اس سے

زیادہ خطرناک اور تباہ کن راستہ

اور کوئی نہیں۔ جب ہم اپنی جماعت کے افراد کو یہ آزادی دیں گے۔ کہ وہ دوسروں کے لٹریچر کو بھی پڑھیں۔ تو لازماً ہمیں یہ فکر رہے گا کہ ہم دوسروں کے پیدا کردہ شبہات کا بھی ازالہ کریں گے۔ اور اس کے تردیدی دلائل ان کے ذہن نشین کریں۔ لیکن اگر ہم انہیں دوسروں کا لٹریچر پڑھنے سے ہی منع کر دیں گے تو لازماً ہم تعلیمی پہلو میں سست ہو جائیں گے۔ اور ہمیں یہ احساس نہیں رہے گا کہ

دوسروں کے دلائل کا جواب

بھی اپنے افراد کو سکھانا چاہیئے۔ چنانچہ فرض کرو اگر ہم یہ کہہ دیں کہ جماعت کا کوئی شخص دوسروں کا لٹریچر نہ پڑھے۔ تو چونکہ حیات مسیح کے دلائل جو وہ پیش کرتے ہیں۔ انہی کی کتب میں سے مل سکتے ہیں۔ اس لئے یہ دلائل ہماری جماعت کی نظروں سے مخفی رہیں گے اور ان کا کوئی جواب ہمارے افراد کو نہیں آئے گا۔ اسی طرح ہم وفات مسیح کے دلائل بھی زیادہ توجہ سے اپنے افراد کو نہیں سکھا سکیں گے۔ کیونکہ وفات مسیح کے دلائل کی ضرورت بھی حیات مسیح کے دعوے کے مقابلہ میں ہی پیش آیا کرتی ہے۔ لیکن اگر دوسرا شخص حیات مسیح کے دلائل پیش کرے۔ اور وہ دلائل ہماری جماعت کے افراد کے سامنے آتے رہیں تو ہم اس بات پر مجبور ہوں گے کہ انہیں وفات مسیح کے دلائل بھی سمجھائیں۔ اسی طرح اگر ہم کہہ دیں کہ مسئلہ نبوت کے بارہ میں کسی مخالف کی کوئی کتاب پڑھی نہ جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی جماعت کو اپنے عقیدہ کے دلائل بتلانے میں بھی ہم سست ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ وفات مسیح یا مسئلہ نبوت کو ہم میں ماننے والے ہوں گے وہ بھی علی وجہ البصیرت ان مسائل پر قائم نہیں ہوں گے۔ بلکہ تقلیدی رنگ میں ہوں گے۔ حالانکہ

اسلام یہ چاہتا ہے

کہ ہر مسلمان دلائل اور شواہد کی بنا پر اپنے تمام اعتقادات رکھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی دعوے بیان ہوا ہے کہ میں اور میرے متبع دلائل سے

اسلام کو مانتے ہیں مگر تم اپنی قوم پر بے دلیل قائم ہو۔ اور جو قوم کسی بات کو بے دلیل مان لیتی ہے وہ کبھی برکت حاصل نہیں کر سکتی۔ برکت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو با دلیل ماننے والا ہے۔ وہ

سچے مذہب میں

ہی کیوں شامل نہ ہو۔ اگر ایک مسلمان اس لئے خدا کو ایک سمجھتا ہے کہ اس کے ماں باپ خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ اگر ایک مسلمان اس لئے نمازیں پڑھتا ہے کہ اس نے ماں باپ کو ہمیشہ نمازیں پڑھتے دیکھا۔ اگر ایک مسلمان اس لئے روزے رکھتا ہے کہ اس نے اپنے ماں باپ اور اپنی قوم کے افراد کو روزے رکھتے دیکھا۔ اگر ایک مسلمان اسلئے زکوٰۃ دیتا ہے کہ اس کی قوم زکوٰۃ دیتی ہے۔ اور اگر ایک مسلمان اس لئے حج کرتا ہے کہ اور لوگوں کو بھی وہ حج کرتے دیکھتا ہے تو قیامت کے دن اس کی توحید اس کی نمازیں اس کے روزے اس کی زکوٰۃ اور اس کا حج اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ خدا کہے گا کہ بیشک تم نے توحید کے عقیدہ پر ایمان رکھا مگر میں اس کا ثواب تمہارے ماں باپ کو دوں گا جنہوں نے دلائل سے میری وحدانیت پر ایمان رکھا تھا۔ اسی طرح بے شک تم نے نمازیں بھی پڑھیں تم نے روزے بھی رکھے۔ تم نے زکوٰۃ بھی دی تم نے حج بھی کیا۔ مگر یہ تمام اعمال تم نے دوسروں کو دیکھ کر کئے اور خود ان اعمال کی حقیقت اور حکمت کو نہ سمجھا اس لئے جو لوگ نمازیں سمجھ کر پڑھا کرتے تھے روزے سمجھ کر رکھا کرتے تھے زکوٰۃ سمجھ کر دیا کرتے تھے اور حج سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ میں ان تمام نیکیوں کا ثواب ان کو دوں گا نہ کہ تمہیں۔ اسی طرح ہر نیکی کا ثواب مارا جائے گا اور وہ ان لوگوں کو دیا جائے گا جنہوں نے سوچ سمجھ کر نیکیاں کی ہوں گی۔

پس

یہ طریق بڑا خطرناک ہے

جو قوموں کو تباہ و برباد کر دینے والا ہے اور یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے جس کو جلد سے جلد دور کرنا چاہیئے۔ بیشک ایسی باتیں جن سے فتنہ پیدا ہونے کا امکان ہو ان سے روکنا ہمارے لئے ضروری ہوتا ہے۔ مگر لٹریچر ایسی چیز نہیں۔ کہ اس کے پڑھنے سے کسی کو روکا جائے بلکہ میں تو کہوں گا کہ ہماری جماعت کے افراد میں سے جن کو بھی فرصت ہو وہ مخالفین کے لٹریچر کو ضرور پڑھیں۔ ہاں ہمارا یہ مطالبہ ہر وقت رہے گا کہ وہ صرف مخالفانہ لٹریچر کو ہی نہ پڑھیں بلکہ اپنے

لٹریچر کو بھی بار بار پڑھیں۔ پس میں تمہیں دوسروں کے اشتہارات یا پمفلٹ یا کتب پڑھنے سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم عیسائیوں کی کتابیں بھی پڑھو۔ تم یہودیوں کی کتابیں بھی پڑھو۔ تم آریوں کی کتابیں بھی پڑھو اور جتنی جتنی تمہیں فرصت ہو اس کے مطابق ان کے لٹریچر کا مطالعہ جاری رکھو یہ مطالعہ تمہارے لئے مضر نہیں بلکہ مفید ہے اور جتنا زیادہ یہ مطالعہ بڑھے گا اتنا ہی

تمہارا کیریکٹر مضبوط ہوگا

اور دوسروں کے حملوں سے تم محفوظ رہو گے کیونکہ تم جانتے ہو گے کہ تمہارا مخالف کیا کہتا ہے۔ اور تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اب اگر میرے سامنے کوئی عیسائی آئے اور کہے کہ مسیح ابن اللہ تھے تو مجھ پر اس کی اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مسیح کو کن معنوں میں ابن اللہ کہا گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مسیح ایک بشر تھا میں جانتا ہوں کہ اسکے ابن اللہ ہونے کے کیا دلائل ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جن قرآنی آیات سے وہ مسیح کے ابن اللہ ہونے کا استدلال کرتے ہیں ان کا کیا مفہوم ہے؟ میں نے ان کے اعتراضوں کو پڑھا۔ ان کے جوابات کو سمجھا اور مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ جن آیات سے وہ

حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کا استدلال

کرتے ہیں ان کے معنے وہ نہیں جو وہ کرتے ہیں۔ بلکہ اور ہیں۔ مثلاً اگر کوئی عیسائی کہے کہ قرآن میں حضرت مسیحؑ کے متعلق روح منہ کے الفاظ آتے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ روح اللہ تھے۔ تو میں اس سے قطعاً نہیں گھبراؤں گا۔ کیونکہ مجھے اس اعتراض کا جواب آتا ہے اور جب آتا ہے تو میرے لئے گھبرانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

تو غیروں کی باتوں کا پڑھنا البتہ بلکہ جس مذہب میں انسان داخل ہو اس کی اسے پوری واقفیت حاصل ہو نہ صرف جائز ہے بلکہ نہایت ضروری اور مفید ہے بلکہ اگر کبھی فرصت ہو تو اس قسم کے لیکچروں کو مساجد میں پڑھ کر سنا دینا چاہیئے۔

دوم

جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہیئے

کہ دوسروں نے یہ یہ اعتراض کیا ہے اور ان اعتراضات کے یہ یہ جوابات ہیں۔ مگر اس قسم کے لیکچروں کا سنانا باقی تمام ضروریات پر مقدم نہیں کر لینا چاہیئے یعنی یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ قرآن کا درس چھوڑ دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس چھوڑ دیا جائے اسی طرح اور دوسرے علماء کی تصنیفات کی باتوں کو چھوڑ دیا جائے اور مخالف لیکچروں کو سنانا شروع کر دیا جائے یہ سخت بددیانتی ہے کہ انسان جس مذہب میں شامل ہو اس کے متعلق تو ابھی اسے پوری واقفیت حاصل نہ ہو اور دوسروں کے لٹریچر کو پڑھنے میں وہ مشغول ہو جائے۔ تم پہلے اپنی جماعت کے لٹریچر کو پڑھو اور جب احمدیت کے عقائد احمدیت کی تعلیم اور احمدیت کے دلائل سے تم پوری طرح آگاہ ہو جاؤ۔ تو پھر تمہارا حق ہے کہ دوسروں کی کتابوں کو بھی پڑھو۔ اور اگر تمہیں اپنے مذہب کی تعلیم پر غور کرتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ تمہارا مذہب سچا نہیں تو تمہارا فرض ہے کہ تم سچائی کی کسی اور مذہب میں تلاش کرو تا کہ اگر تم سچ پر قائم نہیں تو کم از کم خدا سے یہ کہہ سکو کہ تم نے سچ کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔

میں اسی بارہ میں جماعت کے اندر بیداری پیدا کرنے کے لئے

انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ

سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ہر سال ایک ہفتہ ایسا منایا کریں جس میں وہ جماعت کے افراد کے سامنے مختلف تقاریر کے ذریعہ نہ صرف اپنی جماعت کے عقائد بیان کیا کریں بلکہ یہ بھی بتایا کریں کہ دوسرے کیا اعتراضات کرتے ہیں اور ان اعتراضات کے کیا جوابات ہیں؟ ہر مسجد میں اس قسم کی تقریریں ہونی چاہئیں اور جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہیئے کہ لوگ یہ یہ اعتراضات کرتے ہیں اور ان اعتراضات کے یہ جوابات ہیں۔ فرض کرو۔

خلافت کا مسئلہ

جس رنگ میں ہماری جماعت کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے وہ غلط ہے تو کیوں کسی کا حق نہیں کہ وہ ہمیں سمجھائے۔ یا فرض کرو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں تو جو شخص ہمیں سمجھاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں وہ ہمارا محسن ہے نہ کہ دشمن بشرطیکہ وہ شرارت یا بددیانتی نہ کر رہا ہو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمارے بعض مخالف سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ بات نہیں کرتے اور پھر جو حوالے پیش کرتے ہیں ان میں بھی دیانت سے کام نہیں لیا جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ لکھا ہوتا ہے اور وہ کسی اور رنگ میں پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر وہ شرافت کے ساتھ اپنے عقائد کو پیش کریں تو ہم ان کی باتیں خوشی کے ساتھ سننے کے لئے تیار ہیں۔ قادیان میں ایک دفعہ

آریوں کے جلسہ پر

دیانند کالج کے ایک پروفیسر صاحب آئے۔ ان دنوں میں اسی مسجد اقصیٰ میں درس دیا کرتا تھا۔ جلسہ سے فارغ ہو کر مجھے ملنے کے لئے اسی مسجد میں آ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ قادیان ایک ایسا مقام ہے جس میں ہماری تعداد دوسروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ آپ یہاں آپ کا آنا اسی صورت میں فائدہ بخش ہو سکتا تھا جب آپ اپنے خیالات سے ہمیں آگاہ کرتے ورنہ آپ کے اپنے آدمی تو جانتے ہی ہیں کہ آپ کے کیا عقائد ہیں اور ان عقائد کے کیا دلائل ہیں اگر یہاں آ کر بھی آپ نے اپنے آدمیوں کے سامنے ہی ایک تقریر کر دی تو اس کا کیا فائدہ ہوا۔ فائدہ تو تب ہوتا جب آپ ہمیں بتاتے کہ آپ کے مذہب کی کیا تعلیم ہے؟ وہ کہنے لگے بات تو ٹھیک ہے مگر میں نے سمجھا کہ آپ اپنے آدمیوں کو ہماری باتیں سننے کے لئے کب اکٹھا کر سکتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا یہ غلط ہے۔

مسجد ہمارا سب سے مقدس مقام ہوتا ہے

اور یہ مسجد تو وہ ہے جسے ہم مسجد اقصیٰ قرار دیتے ہیں آپ آئیں اور اس مسجد میں تقریر کریں۔ میں اپنی جماعت کے دوستوں سے کہوں گا کہ وہ آپ کی تقریر کو سنیں چنانچہ اس مسجد میں دیانند کالج کے پروفیسر صاحب نے تقریر کی۔ اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے ان سے تبادلۂ خیالات کیا تو خیالات کا تبادلہ بڑی بابرکت چیز ہے۔ اگر ہماری جماعت احترام کے ساتھ دوسروں کے خیالات کو سنے ان کے لٹریچر کو پڑھے اور ان کے دلائل کو معلوم کر کے ان کے جوابات کو جماعت کے ہر فرد کے ذہن میں اچھی طرح راسخ کر دے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے

ہماری جماعت کا ہر فرد

ایمانی لحاظ سے اتنا مضبوط ہو جائے کہ کوئی شخص اسے ورغلا نہ سکے۔ اگر خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق اسے کوئی دھوکا دینا چاہے گا۔ تو وہ فوراً ہوشیار ہو جائے گا اور کہے گا مجھے خوب معلوم ہے کہ تم

اعتراض کرنا

جانتے ہو۔ تم بے شک اعتراض کرو مگر مجھے ان کے جوابات بھی معلوم ہیں۔ اور ان جوابات کے مقابلہ میں تمہارے اعتراضات کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی صفات کے متعلق اگر کوئی اعتراض کرے۔ تو وہ فوراً اسے [illegible] نہیں بلکہ ان کا جواب دینے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ اسلام کی صداقت

حضرت مسیح موعود کی نبوت۔ اور جماعت احمدیہ کی حقانیت کے متعلق جب بھی کوئی اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرنے کی کوشش کریگا وہ [illegible] کے ساتھ اس کے وساوس کا ازالہ کر دیگا۔ [illegible] اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہوگا۔

یہ وہ مقام ہے

جس پر اگر ہم اپنی جماعت کو کھڑا کر دیں تو ہم اس سے حقیقی نیکی کرنے والے ہوں گے۔ یہ کوئی نیکی نہیں کہ ہم [illegible] آدمیوں کو دوسروں سے بچا کر خدا تعالیٰ کے پاس لے جائیں۔ کیونکہ خدا چوروں کی طرح دوسروں کی نظر سے چھپ چھپ کر آنے والوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ وہ ان کو پسند کرتا ہے جو دھڑلے سے سب کے سامنے آئیں اور علی الاعلان آئیں۔ اگر تم خدا کے پاس ایک بھی ایسا شخص لے کر حاضر ہوتے ہو جسے دنیا کا کوئی آدمی گمراہ نہیں کر سکتا تو خدا بہت خوش ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ تم سو یا ہزار آدمی اس کے سامنے پیش کرو جنہیں دوسروں کے عقائد سے بے خبر رکھا گیا ہو۔ اور جنہیں چوری چھپے اپنے مذہب میں شامل کر لیا گیا ہو۔ خدا تعالیٰ تعداد کی زیادتی کو دیکھ کر خوش نہیں ہوگا بلکہ وہ کہے گا کہ میں ان سو یا ہزار کو کیا کروں ان میں سے تو ہر شخص آسانی سے دوسروں کا شکار ہو سکتا اور گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں گر سکتا ہے۔ پس یاد رکھو

خدا کے حضور وہی مقبول ہوتے ہیں

جن کا ایمان علی وجہ البصیرت ہو اور جو دوسرے کے ہر اعتراض کا جواب دینے کی طاقت رکھتے ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں سے کہہ دے کہ میری سچائی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تم جو باتیں کہتے ہو۔ اس کی تمہارے اپنے آدمی کوئی دلیل نہیں جانتے۔ اس کے مقابلہ میں میں اور میرے پیرو ہر بات کی دلیل دے سکتے ہیں اس لئے ہم سچے ہیں اور تم جھوٹے ہو۔

پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کے تمام افراد کو

ایمان بصیرت پر قائم کریں

اور یہ وہ ذمہ داری ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کی گئی ہے اور ذمہ داری سے بچنا کبھی نیکی نہیں ہوتی۔ بلکہ ذمہ داری کو ادا کرنا نیکی ہوتی ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کے تمام افراد

کو دینی مسائل سے آگاہ کریں اور انہیں ان مسائل میں ایسا پختہ کریں کہ انہیں کوئی گمراہ نہ کر سکے۔ اگر ہم افراد کی اس رنگ میں تربیت نہیں کریں گے اور پھر یہ امید رکھیں گے کہ کسی مخالف کی باتوں سے وہ متاثر بھی نہ ہوں تو یہ ایسی ہی بات ہوگی جیسے کہتے ہیں "آپے میں رجی آگی آپے میرے بچے جیون" یعنی خود بخود گھر میں بیٹھے فرض کر لیا کہ ہمارا ہر فرد دینی مسائل سے آگاہ ہے اور پھر خود بخود یہ نتیجہ نکال لیا کہ اب انہیں کوئی گمراہ نہیں کر سکتا حالانکہ جب تک انہیں دوسروں کے مذہب کا علم نہیں ہوگا۔ اور انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ اس کے اعتراضات کے کیا جوابات ہیں اس وقت تک بالکل ممکن ہے کہ وہ اس کا شکار ہو جائیں اور اس کی فتنہ انگیز باتوں سے متاثر ہو جائیں۔ پس ہماری جماعت کے افراد کو

شکاری پرندے بننا چاہیئے

انہیں وہ باز بننا چاہیئے۔ جو روحانی لحاظ سے اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا اور اسے اپنے قبضہ و تصرف میں لے آتا ہے چوہوں کی طرح اپنی بلوں میں سر چھپانے والی قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی بلکہ کامیاب وہی قوم ہوا کرتی ہے جو بازوں اور شکروں کی طرح ہوتی ہے۔ مجھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب کبھی تقریر کے لئے باہر جانا پڑتا تو مجھے یہ بات بیان کرتے وقت خاص مزہ آیا کرتا کہ لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کو شکست دے دی۔ حالانکہ جب آپ نے دعویٰ کیا اس وقت آپ اکیلے تھے مگر جس طرح شیر بھیڑوں کے گلے پر حملہ کرتا اور ان میں سے کئی بھیڑیں اٹھا کر لے جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے ہزاروں نہیں لاکھوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب فرض کرو بھیڑیں ایک کروڑ ہوں اور شیر صرف ایک ہو لیکن وہ ان کروڑ بھیڑوں میں سے سو کو اٹھا کر لے جائے تو بہرحال فاتح شیر ہی سمجھا جائے گا نہ کہ بھیڑیں۔ اسی طرح بیشک مخالف زیادہ ہیں اور احمدی کم مگر

دیکھنا یہ ہے

کہ کیا جس کثرت کے ساتھ غیر احمدیوں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آدمی کھینچے ان کا سینکڑواں حصہ بھی کوئی مخالف ہم میں سے لوگوں کو لے گیا۔ اگر نہیں تو کامیاب وہ کس طرح ہو گئے۔ کامیاب تو وہی ہوا جو اکیلا اٹھا اور لاکھوں کو اس نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر اگر کوئی برگشتہ بھی ہوا تو خدا نے اس کی جگہ پر چند کئی مخلصین دے دیئے۔ قرآن کریم خود سچے سلسلہ کی صداقت کا معیار یہ بیان فرماتا ہے کہ اگر اس میں سے ایک شخص بھی مرتد ہوتا ہے تو اس کی جگہ ہم ایک قوم کو لے آتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا یہ سلوک ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا ہے۔ پس یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ کیونکہ ہم تھوڑے ہو کر جیتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ زیادہ ہو کر ہارتے چلے جاتے ہیں۔ آخری زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام امرتسر تشریف لے گئے تو بڑی سخت مخالفت ہوئی اور لوگوں نے آپ پر پتھر پھینکے۔ ان دنوں امرتسر میں ہماری جماعت کے ایک دوست تھے جو کچھ پڑھے لکھے تو نہیں تھے مگر یوں سمجھدار آدمی تھے۔

پرانے زمانہ میں ایک دستور تھا

جیسے شاید آجکل کے احمدی نہ جانتے ہوں اور وہ یہ کہ جب لڑکے والے لڑکی لینے جاتے تھے تو جو مستورات لڑکی والوں کے گھروں میں اکٹھی ہوتی تھیں۔ وہ لڑکے والوں کو خوب گالیاں دیا کرتی تھیں۔ ان گالیوں کو پنجابی میں سٹھنیاں کہا کرتے تھے وہ خیال کرتی تھیں کہ ان سٹھنیوں سے نکاح بابرکت ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب امرتسر تشریف لے گئے تو وہاں کے ایک رئیس محمد شریف کے ہاں ٹھہرے جو کشمیری خاندان میں سے تھے لوگوں کو جب آپ کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو خوب گالیاں دیں۔ سیاپے کئے اور جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں بھی آ آ کر گالیاں دیتے رہے جب آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ تو کسی مخالف نے اس احمدی سے کہا کہ دیکھا تمہارے مرزا کو کیسی گالیاں ملیں۔ وہ کہنے لگا گالیوں کا کیا ہے آخر تم میں سے ہی اتنے آدمیوں نے بیعت بھی تو کی ہے یہ گالیاں سوان کا کیا ہے یہ سٹھنیاں تو تم نے دینی ہی تھیں۔ کیونکہ مرزا صاحب تمہارے آدمی جو لے گئے۔ تو جو قوم

خدا تعالیٰ کی برکت

کے نیچے ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو کھینچے چلی جاتی ہے۔ ہم دوسروں کے مقابلہ میں مالی و دولت اور تعداد کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ اسلام کے میدان میں ہمارا اس قدر رعب ہے کہ چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے ایک کمیٹی اس غرض کے لئے بٹھائی گئی تھی کہ وہ تحقیق کرے کہ افریقہ میں عیسائیت کی ترقی کیوں رک گئی ہے۔ اس کمیٹی نے جو رپورٹ شائع کی ہے اس میں سات مقامات پر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ احمدی اب لوگوں کو عیسائی نہیں ہونے دیتے بلکہ جو عیسائی ہو چکے ہیں ان کو بھی ہم سے چھین کر لے جاتے ہیں

چرچ آف انگلینڈ کی سالانہ آمد

سالانہ کروڑ روپیہ تک ہے مگر ہمیں ہزاروں روپے بھی بمشکل میسر آتے ہیں۔ اور پھر ہمیں ان ممالک میں کام کرنا پڑتا ہے۔ جہاں سینکڑوں سال سے عیسائی اپنی تبلیغ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے سات جگہ انہوں نے تسلیم کیا کہ احمدیوں نے ان کی ترقی بند کر دی ہے۔ تو کثرت سے اس قسم کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ جہاں عیسائیوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ احمدیت نے عیسائیت کو بڑھنے سے روک دیا ہے۔ حالانکہ عیسائی چالیس کروڑ کے قریب ہیں۔ پھر انہیں حکومت حاصل ہے۔ ان کے پاس روپیہ اور طاقت ہے۔ مگر پھر بھی ہر جگہ انہیں شکست ہوتی چلی جاتی ہے۔ ابھی سیرالیون میں میں نے اپنا ایک مبلغ بھجوایا تھا جس کی رپورٹیں الفضل میں شائع ہوتی رہی ہیں ان رپورٹوں میں بھی یہی لکھا ہوتا ہے کہ فلاں عیسائی رئیس مسلمان ہو گیا۔ اور فلاں معزز عیسائی نے اسلام کا مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔

پادریوں نے جب یہ حالت دیکھی

تو کمشنر کے پاس پہنچے اور پہلے تو یہ کہا کہ یہ باغی ہیں اور پھر یہ شور مچایا کہ ان کی تقریروں سے ملک میں فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ انہیں روکا جائے۔ اس پر ہمارے مبلغوں نے جب اصل حقیقت بتائی تو کمشنر نے کہا کہ میں اب اس علاقہ کا دورہ کروں گا۔ اور پادریوں کو ڈانٹوں گا کہ وہ آپ لوگوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈا کیوں کرتے ہیں۔

اگر انہیں مقابلہ کا شوق ہے

تو مذہبی رنگ میں مقابلہ کریں۔ یہی حال ہمارا ہے چنانچہ کوئی سال ایسا نہیں گذرتا جس میں چار پانچ ہزار کے قریب آدمی ان میں سے نکل کر ہم میں شامل نہ ہو جاتے ہوں لیکن ہم میں سے شاذ و نادر کے طور پر ہی کوئی ادھر جاتا ہے۔ اور اگر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور کئی آدمی بھجوا دیتا ہے

یہ فوقیت اور برتری

جو ہماری جماعت کو حاصل ہے درحقیقت اس علم کی وجہ سے ہے جو جماعت کو دیا جاتا ہے اور جس کے بعد کوئی شخص دوسروں کے فریب میں نہیں آتا۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کے تمام افراد کو دوسروں کے دلائل سے آگاہ رکھیں اور ہر فرد کے ذہن نشین کریں کہ دوسرا کیا کہتا ہے اور اس کے اعتراضات کا کیا جواب ہے اور میں اس غرض کے لئے

انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کو کہتا ہوں

کہ وہ سال میں ایک ایسا ہفتہ مقرر کریں۔ جس میں ان کی طرف سے یہ کوشش ہو کہ وہ جماعت کے ہر فرد کو نہ صرف اپنی جماعت کے مسائل سے آگاہ کریں۔ بلکہ یہ بھی بتائیں کہ دوسروں کے کیا کیا اعتراضات ہیں اور ان اعتراضات کے کیا کیا جوابات ہیں۔ یہ تعلیم کا سلسلہ زبانی ہونا چاہیئے [illegible] اور پھر زبانی ہی ان کا امتحان بھی لینا چاہیئے۔ تا جماعت میں بیداری پیدا ہو۔ اور وہ دوسروں کے ہر حملہ سے اپنے آپ کو پوری ہوشیاری سے بچا سکے۔ مگر یہ نہ ہو کہ تم اپنی کتابیں پڑھنی چھوڑ دو [illegible] دوسروں کی کتابیں پڑھنے میں ہی مشغول ہو جاؤ۔ پہلے اپنے سلسلہ کی کتابیں پڑھو۔ ان کو یاد کرو۔ ان کے مضامین کو ذہن نشین کرو جب تم اپنے عقائد میں پختہ ہو جاؤ۔ تو مخالفین کی کتابیں پڑھو مگر چوری چھپے نہ پڑھو۔ بلکہ علی الاعلان پڑھو اور سب کے سامنے پڑھو۔ اور پھر مخالف دلائل کا پوری مضبوطی سے رد کرو۔ اور دوسروں کے مقابلہ میں ایک شیر کی طرح کھڑے ہو جاؤ تا تمہارے متعلق کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ دوسرا تمہیں ورغلا سکے گا بلکہ جب وہ تمہیں چھیڑے تو ہر شخص کا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہو کہ اب تم ضرور کوئی نہ کوئی شکار پکڑ کر لے آؤ گے۔ پس تم

اپنے آدمیوں کو شیر کی طرح دلیر بناؤ

انہیں بلوں میں چھپنے والے چوہے نہ بناؤ۔ تم تجربہ کے بعد خود بخود دیکھ لوگے کہ اس کے بعد جماعت روحانی لحاظ سے کتنی مضبوطی حاصل کر لیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہمارے پاس سچائی ہے تو ہمیں مخالف کی کسی بات کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ وہ لاکھ اعتراض کرے۔ خدا اس کے تمام اعتراضات کو باطل کر دے گا۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ مخالف خواہ کیسا ہی اعتراض کرے خدا تعالیٰ اس کا کوئی نہ کوئی فوراً جواب سمجھا دیتا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا جلوٹی ان مسجد میں ایک شخص آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں نے آپ سے ایک سوال کرنا ہے میں نے کہا کرو۔ وہ کہنے لگا

میں چاہتا ہوں

کہ آپ مرزا صاحب کی صداقت قرآن کریم سے ثابت کریں۔ میں نے کہا سارا قرآن مرزا صاحب کی صداقت سے بھرا پڑا ہے۔ میں کس کس آیت کو پڑھوں۔ وہ کہنے لگا آخر کوئی آیت تو پڑھیں۔ میں نے کہا جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ سارا قرآن ہی آپ کی صداقت سے بھرا ہوا ہے تو کسی ایک آیت کا سوال ہی کیا ہے تم خود کوئی آیت پڑھ دو۔ میں اسی سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ قرآن کی

بعض آیتیں ملے جلے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ملتی ہیں اور بعض آیتوں سے سیدھے طور پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت

ثابت ہو جاتی ہے۔ مگر مجھے یقین تھا کہ خدا اس کی زبان پر کوئی ایسی آیت ہی لائے گا جس سے وہ فوراً پکڑا جائے گا۔ چنانچہ اس نے جھٹ یہ آیت پڑھ دی کہ ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر وما ھم بمومنین اور کہا کہ اس سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت کیجئے۔ میں نے کہا اس آیت میں کن لوگوں کا ذکر ہے۔ کہنے لگا مسلمانوں کا۔ میں نے کہا جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان بگڑ سکتے تھے تو اب کیوں نہیں بگڑ سکتے۔ اور جب آج بھی مسلمان بگڑ سکتے ہیں تو ان کی اصلاح کے لئے خدا کی طرف سے کسی کو آنا چاہیئے یا نہیں۔ تمہاری دلیل یہی ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مصلح اور مامور کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض لوگ گمراہ تھے تو آپ کے بعد تو بدرجہ اولیٰ مسلمان گمراہ ہو سکتے ہیں۔ اور جب گمراہ ہو سکتے ہیں تو لازماً خدا کی طرف سے مصلح بھی آ سکتا ہے۔ پس یا تو یہ مانو کہ امت محمدیہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتی اور اگر ایسا کہو تو یہ قرآن کے منشاء کے خلاف ہوگا کیونکہ جو آیت تم نے پڑھی ہے۔ اس میں یہی ذکر ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ مومن نہیں۔ اور جب امت محمدیہ گمراہ ہو سکتی ہے تو اس کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی

مامور بھی آ سکتا ہے

یہ بات جو میں نے اس کے سامنے کہی۔ یونہی مشغلہ کے طور پر نہیں کہہ دی تھی بلکہ

حقیقت یہ ہے

کہ قرآن سارے کا سارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ہے جس طرح تورات کا جتنا سچا حصہ ہے وہ سارے کا سارا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے جس طرح انجیل کا جتنا سچا حصہ ہے وہ سارے کا سارا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے اسی طرح قرآن سارے کا سارا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا ثبوت ہے۔ قرآن سارے کا سارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا ثبوت ہے۔ قرآن سارے کا سارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ہے۔ جس طرح قرآن سارے کا سارا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ کان خلقہ القرآن یعنی قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں بلکہ قرآن کی ہر آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کرتی ہے

پس جماعت میں بیداری پیدا کرو انہیں

دینی اور مذہبی مسائل سکھاؤ

انہیں دوسروں کے خیالات کو پڑھنے دو اور اگر وہ خود نہیں پڑھتے تو خود انہیں پڑھ کر سناؤ۔ اور پھر ان کے ہر اعتراض کا انہیں جواب بتاؤ۔ مگر بالعموم ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ اپنے جواب کو تو مضبوط رنگ میں بیان کیا جاتا ہے اور دوسروں کے اعتراض کو بودا کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب لوگ اصل اعتراض کو دیکھتے ہیں تو خیال کر لیتے ہیں کہ ہمارے لوگ بھی جھوٹ بولتے ہیں یہ طریق بالکل غلط ہے تمہیں چاہیئے کہ مخالف کی دلیل کو پوری مضبوطی سے بیان کرو۔ اور اس کا کوئی پہلو بھی ترک نہ کرو تا اپنے اور بیگانے یہ نہ کہہ سکیں کہ اعتراض کے ایک حصہ کو تو لے لیا گیا ہے اور دوسرے حصوں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

میں ایک دفعہ لاہور گیا

اور وہاں "مذہب کی ضرورت" پر میں نے ایک تقریر کی۔ ابتدائی تقریر میں میں نے بیان کیا کہ مذہب پر آجکل کیا کیا حملے کئے جا رہے ہیں۔ اور کون کون سے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ جن کی رو سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ دنیا کو مذہب کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد میں نے ان تمام اعتراضات کے جواب دیئے۔ اسی دن شام کو یا دوسرے دن ایک ایم۔ اے کا غیر احمدی سٹوڈنٹ مجھے ملنے کے لئے آیا اور کہنے لگا۔ میں نے کل آپ کی تقریر سنی ہے۔ آپ نے جو اعتراضات بیان کئے تھے وہ تو اپنے زبردست تھے کہ میں نے سمجھا کہ جتنے اعتراضات مذہب پر کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب بیان کر دیئے گئے ہیں مگر آپ کے بعض جوابات سے میری پوری تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے اسے کہا اپنی تسلی کو سردست رہنے دو۔ مگر یہ بتاؤ کہ کوئی اعتراض میں نے چھپایا تو نہیں کہنے لگا۔ ہم نے تو جس قدر اعتراضات مذہب کے متعلق سنے ہوئے تھے وہ سب کے سب آپ نے بیان کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا تو پھر جواب کسی اور وقت پوچھ لینا۔

اُمِّ مظفر احمد کی صحت کے متعلق اطلاع

گزشتہ رات نیند بالکل نہیں آئی کمزوری اور درد زیادہ ہے

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی لاہور

لاہور ۱۹ اگست پونے گیارہ بجے شب بذریعہ فون

گزشتہ رات ام مظفر احمد کو نیند بالکل نہیں آئی کمزوری اور درد بھی بہت رہی البتہ آج دن کو تھوڑی دیر سے کچھ نیند آ گئی رہی۔ اور کچھ خوراک بھی لی۔ مگر کمزوری اب بھی بہت ہے۔ حتیٰ کہ ان کی بات سننے کے لئے کان قریب کر کے سننا پڑتا ہے۔ اور منہ پر کچھ زردی چھائی ہوئی ہے اور گھبراہٹ بھی رہتی ہے۔ ابھی تک اپریشن کے دن کا فیصلہ نہیں ہوا۔ کل انشاء اللہ خون دیا جائے گا۔ اور غالباً پرسوں یا اگلے دن حالت دیکھ کر اپریشن کیا جائے گا۔

مخلصین جماعت خدا تعالیٰ کے حضور اپنی دعاؤں میں انہیں یاد رکھیں کہ دعا ہی ان کی مشکل مومنوں کا سہارا ہے۔

(الفضل ۲۱/۸)

کو مخالفت کے دلائل کو پورے طور پر کھول کر بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً

کفارے کا مسئلہ

ہے اسے جس رنگ میں ہمارے علماء کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ آجکل عیسائی کفارہ کو اس طریق پر پیش نہیں کرتے بلکہ انہوں نے آہستہ آہستہ اسے ایک فلسفیانہ مضمون بنایا ہے۔ اسی طرح تناسخ کا مسئلہ بیان کرتے وقت عام طور پر سنی سنائی باتیں بیان کر دی جاتی ہیں۔ حالانکہ جس رنگ میں آجکل تناسخ کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے وہ بالکل اور ہے۔ اسی طرح شرک کے مسئلہ کو فلسفیانہ رنگ دیدیا گیا ہے۔ مثلاً فلسفی دماغ والے بت پرست آج کل یہ نہیں کہتے کہ ہم بت کو سجدہ کرتے ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ قائم رکھنے کے لئے بت کی طرف اپنا منہ کرتے ہیں اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ یہ بت

خدا کی بعض صفات

کے قائمقام ہیں۔ اب اس شرک کے مسئلہ کو صرف اس رنگ میں بیان کر دیا جائے کہ بعض لوگ خدا کی بجائے بتوں کی پرستش کرتے ہیں تو اس سے بت پرستوں کی پوری تسلی نہیں ہو سکتی۔ پس مخالفین کے اعتراضات کو کھول کھول کر بیان کرنا چاہیئے۔ اور ان کے اعتراض کی کسی شق کو چھپانا نہیں چاہیئے۔ اس غرض کے لئے میں نے اعلان کیا ہے کہ انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کو ہر سال ایک ہفتہ ایسا منانا چاہیئے جس میں خدا تعالیٰ کی ہستی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت۔ خلافت اور دیگر مسائل اسلامی کے متعلق احمدیت کے عقائد کو دلائل کے ساتھ بیان کیا جائے اور پھر بتایا جائے کہ ان اعتقادات پر مخالفین کی طرف سے یہ یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اور ان اعتراضات کے یہ یہ جوابات ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کا زبانی امتحان لیا جائے۔ اور یہ معلوم کیا جائے کہ انہوں نے ان باتوں کو کہاں تک یاد رکھا ہے۔ چونکہ صرف ایک ہفتہ میں ان تمام مسائل کے متعلق جماعت کے دوستوں کو پوری واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہر سال

یہ طریق جاری رہنا چاہیئے

اور کبھی کوئی مسائل بیان کر دیئے جائیں اور کبھی کوئی۔ یہاں تک کہ ہماری جماعت کا ہر فرد اتنا ہوشیار ہو جائے کہ اگر اُسے کسی وقت مخالفین کی لائبریری میں بھی بٹھا دیا جائے۔ تب بھی وہ وہاں سے فاتح ہو کر نکلے مفتوح اور مغلوب ہو کر نہ نکلے۔

درخواست ہائے دعا

(۱) تمام احمدی بھائیوں اور احمدی بہنوں سے میری عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری نواسی مبارکہ بیگم بنت فاضل الدین کو جو ایک عرصہ سے بیمار ہے صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے آمین۔ خاکسار عاجزہ بیگم حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن

(۲) مکرم شیخ محمد انعام الحق حیدرآباد (دکن) کی نسبتی ہمشیرہ خطرناک طور پر بیمار ہیں ان کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے درخواست دعا کرتے ہیں۔ نیز موصوف کی جائیداد کی واگذاری کا مقدمہ دیر سے ہو رہا ہے اور باوجود ہزاروں روپیہ خرچ ہو جانے کے مقدمہ کا فیصلہ ہو جانے کے جائیداد کا قبضہ دستیاب نہیں ہوا۔ انکی بابت بہت پریشان ہیں احباب جماعت سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (فضل الہی خان مدیر ضمیمہ قادیان)

حج بیت اللہ کے بعض کوائف

محترم بی۔ ایم عبدالرحیم صاحب صدر جماعت احمدیہ بنگلور کو مع اپنی اہلیہ محترمہ کے امسال حج بیت اللہ بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حج سے واپسی پر آپ نے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی خدمت میں ایک مکتوب میں اس بابرکت سفر کے بعض حالات بھی بیان فرمائے ہیں۔ موصوف کی اجازت سے ان کا ایک حصہ افادہ احباب کی خاطر ذیل میں درج کیا جاتا ہے (ادارہ)

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اسی کی توفیق سے ہم دونوں میاں بیوی حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر ۲۷؍ جون ۱۹۶۰ء کی شب ۱۰ بجے بخیر و عافیت اپنے مکان دارالفضل بنگلور پہنچ گئے۔ الحمد للہ۔

آپ کے حسب ارشاد ہم دونوں نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کے لئے، آپ کے خاندان کے لئے بہت دعائیں کیں۔ اور حضور پُرنور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ آپ کا پیغام پہنچایا۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے لئے اور خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و عافیت اور آپ کی درازیٔ عمر کے لئے بہت دعائیں کیں۔ اور دنیا بھر کے احمدی بھائیوں کے لئے، مبلغین کے لئے اور اسلام اور احمدیت کی ترقی اور غلبے کے لئے بھی بہت دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

۱۹؍ مئی ۱۹۶۰ء صبح دس بجے بنگلور سے روانہ ہو کر ۲۰؍ مئی ۱۹۶۰ء کو بمبئی پہنچے اور بمبئی کو مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب سے "الحق" میں ملاقات ہوئی۔ بمبئی میں ۲۲ و ۲۳؍ مئی تک قیام رہا۔ ضروری کاغذات، پاسپورٹ ویزہ وغیرہ حسب قانون حاصل کر لئے اور ۲۳؍ مئی کی شب گیارہ بجے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی سے روانہ ہوئے۔ رات کے ۳ بجے ہمارا جہاز بحرین پہنچا۔ ہم دونوں کے علاوہ اسّی (۸۰) حاجی صاحبان اس جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ بحرین میں اکثر لوگوں نے احرام باندھ لیا۔ پھر ۴½ بجے ہمارا جہاز جدہ کے لئے روانہ ہوا۔ تقریباً ۸½ بجے ہم بخیر و عافیت جدہ پہنچ گئے۔ جدہ میں ہوائی اڈہ کے قریب ہی ایک عالیشان بلڈنگ "مدینۃ الحجاج" ہے جس میں بیک وقت ایک لاکھ آدمی قیام کر سکتے ہیں۔ وکیل صاحب کی ہدایت سے ہم اس عالیشان عمارت میں پہنچے۔ اور وہاں پاسپورٹ وغیرہ کی پڑتال ہوئی۔ ایک وکیل صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کے معلم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں صالح عبدالصمد صاحب لیونی کے ہاں ٹھہروں گا۔ میں بنگلور سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو حکومت کے انتظام کے ماتحت دوسرے معلم صاحب (سید عبدالرحمٰن صاحب شیلی) کے ہاں ٹھہرنا ہو گا۔ میں نے کہا بہت بہتر۔ اور کہا کہ میں دوپہر کو مکہ معظمہ جانا چاہتا ہوں۔ آپ ٹیکسی کا انتظام کر دیں۔ میں نے معلم کی فیس ۷۵/- روپیہ اور ٹیکسی کی فیس ۷۵/- روپے ادا کر دیئے اور غسل کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ ۲ بجے جدہ سے روانہ ہو کر ۵ بجے شام مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اور ہماری خوشی اور مسرت کی انتہا نہ رہی الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ہمارے قیام کے لئے ایک مکان ۵۰۰/- روپیہ کرایہ پر معلم کے ذریعہ اس شرط پر حاصل کر لیا گیا تھا کہ جتنے دن ہم چاہیں اس مکان میں رہ سکتے ہیں۔ ہم ۱۹ دن مکہ معظمہ میں ٹھہرے رہے۔ اسی دن شام معلم کے ساتھ حرمین شریفین پہنچ کر طواف کیا۔ پھر اسی دن ½۷ بجے عمرہ کا احرام کھول دیا۔ ان دنوں شدت کی گرمی تھی۔ سنا ہے کہ ۱۳۵ ڈگری تھی۔ واللہ اعلم۔ جو ہمارے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ مکہ معظمہ عجیب مقدس مقام ہے۔ دنیا کے ہر گوشے کے آدمی وہاں پر ہیں۔ ہر ایک شخص ہر وقت یادِ الٰہی میں محو اور مشغول۔ ہر ایک مشغلہ ذکرِ الٰہی ہی ہے۔ وہاں کے مبارک اور مقدس ماحول اور متبرک مقامات کو جس طور پر آنکھ نے دیکھا زبان و قلم اس کی ترجمانی سے قاصر ہے۔

اس مقدس مقام میں ہمارا یہ پروگرام تھا کہ صبح پانچ بجے ہم دونوں اپنے قیام گاہ سے حرمین شریفین جا کر طواف اور نماز صبح و ذکر الٰہی سے فارغ ہو کر صفا و مروہ کی سعی کرتے۔ آٹھ بجے اپنی قیام گاہ پر آتے اور ناشتہ سے فارغ ہو کر پھر دوپہر اور شام کا کھانا تیار کر لیتے۔ کچھ دیر آرام کر کے پھر نماز ظہر پڑھ کر حرمین میں چلے جاتے اور نماز مغرب سے عشاء تک بیت اللہ میں رہتے۔ تقریباً رات کے دو بجے اپنی قیام گاہ پر آ کر آرام کرتے۔ غرضیکہ روزمرہ کا یہی پروگرام تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیت اللہ شریف میں چار احمدی دوستوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ کراچی کے دو دوست اور مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب ربوہ اور جناب شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ۔ ہم اکٹھے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

اب میں اپنے شہر بنگلور کے غیر احمدی دوستوں کا ذکر کرتا ہوں۔ بنگلور کے تقریباً ۱۲۵ احباب (جن میں مرد عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں) حج بیت اللہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بیت اللہ میں اکثر بنگلوری دوستوں سے ملاقات ہوتی رہی۔ یہ میرے ہم وطن بھائی مجھے بڑے تعجب سے دیکھا کرتے تھے۔ منیٰ میں ایک بڑی عجیب گفتگو ہوئی۔ میرے ہم وطن آٹھ دوست جن کا خیمہ میرے خیمہ کے قریب تیسرے نمبر پر تھا میں ان کے پاس گیا۔ سلام مسنون اور خیریت پرسی کے بعد بنگلور شہر کے ایک لیڈر جن کا نام محی الدین نواز خان صاحب عرف پہلوان بابا ہے مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ آپ تو یہاں آ گئے ہیں۔ کیا آپ مدینہ منورہ بھی جائیں گے؟ میں نے ان سے کہا کہ آپ ایسا سوال مجھ سے کیوں کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواباً کہا کہ آپ لوگوں کا کچھ ایسا عقیدہ ہے جس کے سبب سے میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ شاید آپ مدینہ منورہ نہیں جائیں گے۔ آپ نے مجھے جماعت احمدیہ کا لٹریچر بھی دیا ہے۔ اور تبلیغی رنگ میں کئی مرتبہ گفتگو بھی ہوتی رہی ہے۔ میں نے کہا میں نے آپ کو سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر تو دیا تھا مگر اس سے مدینہ منورہ نہ جانے کا شبہ کیسے پیدا ہوا؟ میں نے کہا شاید آپ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اس لئے ہم مدینہ منورہ نہیں جائیں گے۔ لوگوں کو یہ بڑی غلط فہمی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی ہی میں بعض مخالفین نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ نبی ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ تو حضرت مرزا صاحب نے جواباً فرمایا کہ آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں آپ کو کیا بتاؤں؟ میں صرف آپ سے اتنا پوچھتا ہوں کہ میرا نام کیا ہے؟ میرا اتنا کہنا تھا کہ پہلوان بابا صاحب بنگلوری کہنے لگے کہ "مرزا غلام احمد" ہے۔ میں نے کہا کہ نام ہی غلام احمد ہے تو ہمسری اور برتری کا سوال ہی کیا؟ تو پہلوان صاحب نے کہا کہ اب ہم سمجھ گئے ہیں۔ آپ اب ہمارے ہیں۔

ہم ۱۲؍ جون ۱۹۶۰ء کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پہنچے۔ مدینہ منورہ میں معلم صاحب کے مکان کے ایک حصہ میں ہمارا قیام تھا جس کا کرایہ ۲۰۰/- روپیہ تھا۔ میرے ساتھ کے کمرہ میں چند بنگلور کے غیر احمدی احباب ٹھہرے ہوئے تھے۔ جو منیٰ میں ہماری گفتگو کے وقت حاضر تھے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی گفتگو ہوئی۔ ایک دن عشاء کی نماز کے بعد بنگلوری دوستوں کی قیامگاہ پر گیا۔ سلام مسنون اور مزاج پرسی کے بعد تبلیغی بحث شروع ہوئی۔ (عرب کے رہنے والے ایک دوست بنگلور میں رہتے ہیں جو تاجر ہیں۔ اور عرب صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ صاحب بھی بیت اللہ شریف آئے ہوئے تھے) عرب صاحب مجھے کہنے لگے میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں آپ ضرور عمل کریں۔ عرب صاحب کہنے لگے آپ اب پچھلی تمام باتیں چھوڑ دیں اور ہمارے ساتھ مل جائیں۔ میں نے کہا آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ کہنے لگے کہ قادیانی عقائد چھوڑ دیں۔ انگریز والوں نے مرزا صاحب کو کھڑا کیا تھا۔ انگریز والوں کے بل بوتے پر انہوں نے اپنا مذہب بنایا تھا۔ اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے اس مذہب کو ترقی دی۔ اب انگریز ہندوستان سے چلے گئے۔ اور قادیانی مذہب بھی ختم ہو گیا۔ آپ ہمارے ساتھ مل جائیں اور ہماری مساجد میں آیا جایا کریں وغیرہ۔ ان کی ساری گفتگو سن کر میں نے کہا آپ کا یہ مطلب ہے کہ سہ

کھینچ کر لائے ہیں بت خانہ سے ہم مسجد کو
کل ہوئے دارغ مسلمان بڑی مشکل ہے

آپ کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ مرزا صاحب کے دعوے اور عقائد اور تعلیم سے بالکل ناواقف ہیں۔ آپ نے مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ اسلام کو چھوڑ کر حضرت مرزا صاحب کا کوئی الگ مذہب نہ تھا۔ حضرت مرزا صاحب تو عاشق رسول تھے۔ اور آپ کی ساری عمر اسلام کی خدمت اور اس کی اشاعت ہی میں گذری۔ میں فوراً اپنے کمرہ میں جا کر "درثمین" (حضرت اقدس کے منظوم کلام کا مجموعہ) اس میں سے لایا۔ اور بلند آواز سے "وہ پیشوا ہمارا" نظم پڑھ کر سنانے لگا۔ میں نے کہا بتلایئے عرب صاحب مرزا صاحب جیسا کوئی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ کافی دیر تک میں حضور کی نظمیں سناتا رہا۔ پھر میں نے کہا عرب صاحب! میں جماعت احمدیہ کا ایک فرد ہوں۔ اور ہر چیز سے واقف ہوں۔ احمدیت عین اسلام ہے۔ آپ اس زمانے ... (باقی صفحہ ...)

اسلام میں اجتماعیت کا تصور

از محمد عمر صاحب مالاباری متعلم جامعہ احمدیہ قادیان

ذیل انجمن احمدیہ قادیان کے زیر اہتمام مورخہ ۸ کو مسجد مبارک میں عنوان بالا پر تقریری مقابلہ ہوا جس میں عزیز محمد عمر صاحب مالاباری متعلم جامعہ احمدیہ اوّل آئے ان کا مضمون قدرے ترمیم و اصلاح کے بعد شکریہ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

انسان مدنی الطبع ہے اس لئے اس کی فطرت، طبیعت اور اس کی ضروریات اجتماعی اور سوشل زندگی کا تقاضا کرتی ہیں۔ انسان اجتماعیت اور سوسائیٹی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ایک مشہور فلاسفر ارسطو نے اجتماعیت کے متعلق کہا ہے کہ

"He who is unable to live in Society or who has no need because he is sufficient for him-self must be either beast or God"

یعنی وہ انسان جو کہ سوسائیٹی میں رہنا پسند نہیں کرتا اور جو سوسائیٹی کی ضرورت نہیں سمجھتا بلکہ خود کو اپنے لئے کافی خیال کرتا ہے وہ یا تو حیوان ہوگا یا خدا وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں اس سے ظاہر ہے کہ انسان کو اجتماعی زندگی کے بغیر چارہ نہیں۔

مختلف مذاہب نے اجتماعیت کے جو مختلف تصورات دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔ وہ سب ناقص اور محدود ہیں لیکن اسلام جس قسم کی اجتماعیت پیش کرتا ہے وہ نہایت ہی اعلیٰ اور عالمگیر ہے۔ قومی یا ملکی یا انفرادی نہیں جیسا کہ دوسرے مذاہب میں نظر آتا ہے اسلام سب قوموں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتا ہے مگر دیگر مذاہب انسانیت ہی کو منتشر کرنا چاہتے ہیں۔

اجتماعیت کی برقراری کے لئے ایک نقطۂ مرکزی کی ضرورت ہے اگر مراکز مختلف اور متفرق ہوں تو صحیح معنوں میں اجتماعیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ سوائے اسلام کے کسی مذہب نے بھی عالمگیر مرکزیت کو قبول نہیں کیا۔ وہ مرکز خدا تعالیٰ کی عظیم الشان ہستی ہے۔ عیسائیت نے دنیا کے سامنے تین خدا پیش کئے ہیں اور ہندو مت کے اندر اس قسم کے سینکڑوں مراکز ہیں جن میں وشنو، شوا اور برہما مشہور ہیں یہود ابتدا میں توحید کے قائل تھے لیکن بعد میں ایک اور مرکز کا اضافہ کر دیا جس کا نام عزیر ہے۔ غرض سوائے اسلام کے اور کسی مذہب نے بھی ایک نقطۂ مرکزی یعنی توحید کو پیش نہیں کیا۔ جب مرکز ہی ایک سے زائد ہوں تو اجتماعیت صحیح معنوں میں متصور نہیں ہو سکتی

اسلام عالمگیر اجتماعیت کی دعوت دیتا اور اس کے لئے سعی کرتا ہے۔ اسلام کا پیش کردہ خدا بحیثیت اسلام کا ہی خدا نہیں بلکہ تمام جہانوں کا خدا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کے ابتدا ہی میں فرمایا۔ الحمد لله رب العٰلمين یعنی تمام تعریفیں اس خدائے واحد کے لئے ہیں جو کہ تمام جہانوں کا پالنہار ہے اسی طرح اسلام کا پیش کردہ پیغمبر تمام جہانوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضور کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا اور وما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔ یعنی اے نبی پاک صلعم آپ تمام لوگوں میں اس بات کی منادی کر دیں کہ میں تم سب کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور خدا نے فرمایا کہ میں نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے بطور رحمت نازل کیا ہے۔ اسی طرح جو کتاب اسلام دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے وہ بھی تمام جہانوں کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا کہ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا۔ یعنی نہایت ہی بابرکت ہے وہ ہستی جس نے قرآن جیسی اکمل و اتم کتاب دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجی۔

قرآن کریم نے صاف طور پر کہہ کر تمام مذاہب کی اور لا نفرق بین احد من رسله کہہ کر تمام انبیاء کی جو کہ دیگر اقوام ممالک اور زمانوں میں مبعوث ہوئے تھے تصدیق کی ہے۔ اس طرح تمام مذاہب کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کر کے ایک عالمگیر اجتماعیت کا بہترین تصور پیش کیا گیا ہے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

"خدا نے قرآن شریف کو پہلے اسی آیت سے شروع کیا ہے کہ جو سورہ فاتحہ میں ہے کہ الحمد لله رب العالمین۔ یعنی تمام کامل اور پاک صفات خدا سے خاص ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ عالم کے لفظ میں مختلف قومیں اور مختلف زمانے اور مختلف ملک داخل ہیں۔ اور اس آیت سے جو قرآن کریم شروع کیا گیا ہے یہ درحقیقت ان قوموں کا رد ہے جو خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور فیض اپنی اپنی قوم تک محدود رکھتے ہیں اور دوسری قوموں کو ایسا خیال کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ خدا تعالیٰ کے بندے ہی نہیں اس نے قرآن کریم میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ خاص مقام یا خاص ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی آتے رہے ہیں بلکہ خدا نے کسی قوم اور ملک کو فراموش نہیں کیا (پیغام صلح) نیز آپ فرماتے ہیں کہ یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو (اوتاروں کو) سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں یہی اصول ہے جو کہ خدا نے ہمیں سکھایا اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ)

اجتماعیت کا ایسا جامع تصور اور کسی مذہب نے دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔ چنانچہ ایک مشہور محقق H.C.F. Andrews اسلامی اجتماعیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"Islam is a supremely unifying and not a dividing faith. One of the greatest of all blessings which Islam has brought to East and West alike has been the emphasis which at a critical period in human history it placed up on the Divine unity. Islam has been both to Europe and to India in their darkest hours of aberration from the sovereign truth of God's unity an invaluable corrective and deterrent."

یعنی اسلام ایک بہت بڑا اجتماعیت والا مذہب ہے۔ یہ ایسا مذہب نہیں جو اپنے ماننے والوں اور دوسروں کو متفرق کرے۔ ان تمام برکات میں سے جو اسلام نے مشرق و مغرب کو مساوی طور پر عطا کی ہیں ایک برکت یہ ہے کہ اس نے یورپ اور ہندوستان دونوں کے لئے انسانی تاریخ کی گمراہی کے تاریک ترین دور میں خدا کی توحید پر خاص زور دے کر اعلیٰ ترین سچائی کو پیش فرمایا ہے۔ جو ایک اصلاح کرنے والے دفینہ کی حیثیت رکھتی ہے۔"

—— ۲ ——

اجتماعیت کو صحیح رنگ میں برقرار رکھنے کے لئے ایک قائد یا واجب الاطاعت رہنما کی ضرورت ہے جس کو اس نقطۂ مرکزی سے خاص تعلق ہو جو کہ رب العالمین ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واعتصموا بحبل الله جمیعاً یعنی تمام لوگوں کو چاہیئے کہ اس رسے کو مضبوطی سے پکڑیں جس کا تعلق براہِ راست اس نقطہ کے ساتھ ہے جو اس اجتماعیت کا مرکز ہے یعنی بنی نوع انسان کی ترقی اور بہبودی کے لئے ایک ایسے واجب الاطاعت رہنما کی ضرورت ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ سے براہِ راست تعلق ہو۔ جس قوم میں اس قسم کا لیڈر یا رہنما نہیں۔ جس کے ہاتھ میں تمام قوم کی باگ ڈور ہو اور جس کے اشارہ پر تمام قوم حرکت کرے۔ وہ قوم ترقی نہیں کر سکتی

اس قسم کی اطاعت اور اجتماعیت کی شاندار مثال اسلام نے نماز باجماعت کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ نماز باجماعت میں ایک عظیم الشان فلسفہ ہے اور اجتماعیت کا صحیح تصور ہے جس کی نظیر ادیانِ عالم میں نہیں پائی جاتی۔ ایک ہی امام کے پیچھے سینکڑوں ہزاروں مقتدی صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس امام کی حرکات کی پیروی کرتے

ہیں۔ اگر امام سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور باوجود توجہ دلانے کے وہ اسی غلطی پر قائم رہے پھر بھی اس کی پوری پوری اقتدار کا حکم ہے۔ مقتدی کے لئے ہرگز اسبات کی اجازت نہیں کہ وہ اس امام سے اختلاف کرے۔ نیز اس عظیم الشان اجتماعیت سے اسلام شاندار مساوات کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ یعنی نماز باجماعت کے وقت ایک ہی صف میں امیر و غریب، آقا و غلام اور بادشاہ و رعایا کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت کسی قسم کے امتیاز و فرق کا خیال تک دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگر پہلی صف میں کوئی غلام یا غریب آدمی کھڑا ہوا ہو۔ اور دوسری صف میں اس غریب آدمی کے عین پیچھے کوئی امیر یا غریب آدمی کھڑا ہوا ہو تو سجدہ کرتے وقت اس آقا کا سر اپنے غلام یا اس غریب کے پاؤں سے چھو جاتا ہے۔ یہ اجتماعیت کا ایسا شاندار اور بے نظیر نمونہ اور تصور ہے جس کو سوائے اسلام کے دنیا کا کوئی مذہب بھی پیش نہیں کر سکتا۔ علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و محتاج و غنی سب ایک ہوئے
تیری درگاہ میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اجتماعیت کے لئے یہ نہایت ہی ضروری امر ہے کہ افراد کے اندر کسی قسم کا اونچ نیچ اور کالے گورے اور برہمن و شودر وغیرہ درجوں کا امتیاز نہ ہو۔ اسلام نے بتفصیل طور پر واضح کر دیا ہے کہ اسلام میں سوائے تقوی اور صالحیت کے اور کسی قسم کا کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ

یا ایہا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔

یعنی اے لوگو ہم نے تمہیں نر و مادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمہارے مختلف قبائل و خاندان بنائے ہیں۔ وہ تو محض آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ مکرم و معزز تو وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اس بات کو مزید واضح کرتے ہوئے بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کلکم ابن آدم و آدم من تراب

یعنی سب بنی نوع انسان ایک ہی باپ یعنی آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے کسی عربی کو غیر عربی پر اور کسی غیر عربی کو عربی پر کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں۔

اجتماعیت کا ایسا شاندار تصور صرف اسلام ہی نے پیش کر کے امن کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس تصور اجتماعیت کے بغیر دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ادھر باوجود گورنمنٹ کی پوری کوشش کے اب بھی ہندوؤں میں اونچ نیچ اور چھوت چھات کی بیماری پائی جاتی ہے اور ہندوستان میں ایسے مندر اب بھی موجود ہیں جن میں شودر وغیرہ نچلے طبقہ کے ہندوؤں کے لئے داخلہ ممنوع ہے۔ اسی طرح جنوبی افریقہ میں کالی گوری نسل کے امتیاز کی وجہ سے جو خونریزی ہو رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس قسم کی تمام باتیں اجتماعیت کیلئے نقصان دہ اور امن کے راستہ میں بھاری رکاوٹیں ہیں۔

(باقی)

رائچور میں عرس حضرت شمس عالم حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے موقعہ پر تبلیغ احمدیت

(از مکرم مولوی فیض احمد صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ رائچور)

چند ماہ قبل رائچور میں احمدیہ دار المطالعہ کا قیام عمل میں آیا۔ مگر افسوس پابندی سے کھل نہ سکا اس کے تین ماہ بعد احمد حسین صاحب درویش اپنے روزگار کے سلسلہ میں رائچور آئے اور دار المطالعہ کو وقت پر کھولتے رہے۔ اور اب بھی باقاعدہ دار المطالعہ میں آتے اور وقتاً فوقتاً مفید مشورہ دیتے ہیں۔ دو ماہ سے مولوی محمد یوسف صاحب بھکتشو پھرتے پھراتے رائچور کی بستی میں وارد ہوئے اور ہماری درخواست پر دار المطالعہ میں ہی اپنا قیام رکھا۔ اب آپ ہی دار المطالعہ کھولتے اور آنے جانے والوں سے تبلیغی گفتگو کرتے ہیں۔

مورخہ ۷ر اگست کو جب خاکسار بغرض تبلیغ رائچور کے دورہ پر آیا تو معلوم ہوا کہ وہاں ۹ر اگست کو حضرت شمس عالم حسینی رحمۃ اللہ کا عرس شریف شروع ہونے والا ہے۔ اور طے پایا کہ عرس کے موقعہ پر ہمیں تبلیغ اسٹال قائم کیا جائے۔ چنانچہ اسٹال میں چھوٹے بورڈ اور آٹھ فٹ لمبے کپڑے پر "اسلام دنیا کے کناروں تک" لکھا گیا اور دنیا کے مختلف مقامات جہاں ہمارے تبلیغی مراکز قائم ہیں نقشہ کی صورت دکھائے گئے۔ یہ نقشہ اسٹال میں آویزاں کر دیا گیا۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مختلف اشعار جو قرآن کریم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کی مدح میں ہیں طغروں کی صورت میں اسٹال کے اندر لگائے گئے۔ بیزوں پر مختلف قسم کے ٹریکٹ اور کتب کو ترتیب وار رکھا گیا کپڑے پر لکھا گیا بہت بڑا قطعہ "اسلام دنیا کے کناروں تک" زائرین کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ اور اُن کیلئے خاص کشش کا باعث بن رہا تھا۔ اس کو دیکھ اور پڑھ کر اکثر دوست آتے اور مختلف قسم کے سوالات دریافت کرتے جس کا مناسب اور احسن طریق پر جواب دیا جاتا رہا۔ اسی طرح آنے جانے والوں کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ دوسرے روز ہم نے اسی قطعہ کا مضمون سواد و ہزار کی تعداد میں طبع کر کے زائرین میں تقسیم کیا۔ علاوہ ازیں علامہ نیاز فتح پوری مدیر نگار لکھنؤ کے تاثرات احمدیت کے بارہ میں، نیز حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اور سلسلہ کا مختلف قسم کا لٹریچر بھی زائرین میں تقسیم کیا گیا۔ جو تقریباً تین ہزار کی تعداد میں تھا۔ ہمارا یہ تبلیغی پروگرام تین دن اور رات بڑی کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔ جس کی وجہ سے زائرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اسٹال میں آنیوالے اکثر احباب نے اپنے پتہ جات دیئے۔ اور دار المطالعہ میں تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ اسٹال کی وجہ سے احمدیت کا پیغام رائچور کے مختلف تعلقہ جات میں پہونچ چکا ہے۔

رائچور میں جماعت احمدیہ کی یہ پہلی کوشش تھی جو تبلیغی رنگ میں نمایاں طور پر اسٹال کی صورت میں کی گئی۔ مقامی احباب کی تعداد بہت ہی قلیل ہے مگر ان کے اخلاص اور تعاون سے یہ سب کچھ خدمات بجا لانے کا موقعہ ملا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اس کام میں مکرم احمد حسین صاحب درویش اور مکرم محمد یوسف بھکتشو نے خاص تعاون فرمایا۔ نیز مولوی عبد السبحان صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ رائچور باوجود بڑھاپے کے اسٹال پر تشریف لا کر سارا تعاون فرماتے رہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

علاوہ ازیں اس پروگرام کو زیادہ کامیاب بنانے کا سہرہ جناب عبد الحکیم صاحب احمدی مالک غضنفریہ پریس رائچور کے سر رہا۔ اور موصوف نے ہی تمام اخراجات برداشت کئے۔

موصوف اپنے اندر بہت ہی تبلیغی جوش و ولولہ رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے اخلاص اور محبت سلسلہ میں برکت دے۔ آمین۔

آخر پر میں جماعت احمدیہ یادگیر کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ رائچور کے دار المطالعہ اور تبلیغی سلسلہ میں خاکسار کا ہر طرح سے تعاون فرماتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو جنہوں نے اس کام میں تعاون فرمایا جزائے خیر دے۔ اور ہماری ان حقیر سی کوششوں میں برکت ڈالے اور اچھے نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔

تبلیغی و تربیتی دورہ (بقیہ صفحہ اول)

ساتھ ساتھ کرتے جاتے تھے۔

جلسہ یاڑی پورہ | مکرم مسو بائی ہیر میر غلام محمد صاحب نے ماہ جولائی میں یاڑی پورہ میں تبلیغی جلسہ کیا انعقاد کے بعد مولانا امینی صاحب سے یہ خواہش کی تھی کہ روانگی سے قبل ایک دن پھر یاڑی پورہ تشریف لائیں تاکہ مقامی مستورات بھی آپ کی تقریر سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ چنانچہ باری گام سے ۱۰ر اگست کو یاڑی پورہ جانے کا موقعہ ملا۔ اسی شام کو مسجد احمدیہ کے صحن میں دوسرا تبلیغی جلسہ منعقد ہوا۔ یہ اجلاس عام تھا۔ مستورات بھی کافی تعداد میں شریک جلسہ ہوئیں۔ اس جلسہ میں مکرم مولانا امینی صاحب نے اپنی تقریر میں اسلام میں عورت کی حیثیت اور اس کے حقوق و فرائض پر روشنی ڈالی نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے مختلف دلائل ایک دلنشین انداز میں بیان فرمائے۔ اور یہ تقریر رات کے دس بجے تک جاری رہی۔ سامعین جلسہ احمدیت کے بارہ میں ایک اچھا اثر لے کر گئے۔ باری گام سے یاڑی پورہ جاتے ہوئے ہم اسلام آباد میں چند گھنٹوں کیلئے مکرم بابو غلام رسول صاحب تار بابو کے مکان پر ٹھہرے۔ بابو صاحب موصوف نے دوپہر کے کھانے سے تواضع فرمائی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

واپسی برائے سرینگر | ۱۱ر اگست کی صبح کو ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم بذریعہ بس سرینگر واپس پہنچ گئے۔ تاکہ جلسہ سرینگر کے باقیماندہ انتظامات مکمل کئے جا سکیں۔

درخواست دعا۔ خاکسار مختلف قسم کی مالی۔ جانی ابتلاؤں میں مبتلا ہے جملہ بزرگان سلسلہ نیز درویشان قادیان سے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ دینی و دنیاوی کامیابی نیز مالی و جانی پریشانیوں کی دوری کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ خاکسار خواجہ محمد ابراہیم گنائی

تحریک چندہ درویش فنڈ

کے متعلق

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد

امسال چندوں میں اضافہ کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ایک تاکیدی ارشاد کے ماتحت تحریک درویش فنڈ کو از سر نو جاری رکھتے ہوئے اس میں مبلغ بیس ہزار روپے متوقع آمد کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اس امید کے ساتھ کہ احباب جماعت سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیتے ہوئے فرض شناسی اور تعاون کا عملی ثبوت دیں گے

اس غرض کے لئے تمام جماعتوں کے سیکرٹریان مال کے نام فارم وعدہ جات اور سائیکلو سٹائل تحریک چندہ درویش فنڈ شروع مالی سال میں ارسال کی گئی تھی۔ لیکن متعدد جماعتوں کی طرف سے باوجود یاد دہانی بھجوانے کے تا حال اس تحریک میں وعدوں کی فہرستیں نظارت ہذا میں موصول نہیں ہوئیں۔

جماعتوں کی طرف سے اس تحریک میں جو وصولی ہو رہی ہے۔ اُس کی رفتار بھی متوقع بجٹ کی نسبت بہت کم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدہ داران مال نے تا حال اس اہم تحریک کو مؤثر رنگ میں احباب جماعت تک نہیں پہنچایا۔

حال ہی میں چندوں کی پوزیشن کی رپورٹ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں پیش کئے جانے پر آپ نے مندرجہ ذیل ارشاد تحریر فرمایا ہے جو جماعت کے جملہ احباب کی آگاہی اور فوری توجہ کے لئے تحریر ہے:۔

"چندہ درویش فنڈ کی وصولی تسلی بخش نہیں اس طرف خاص توجہ دی جائے"

لہٰذا جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے جملہ مخلصین کی خدمت میں حضرت صاحبزادہ صاحب کا مندرجہ بالا ارشاد پہنچاتے ہوئے عرض ہے کہ وہ سلسلہ کی دینی ضروریات کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے اس تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیکر فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

امید ہے کہ جماعتوں کے صدر و امراء صاحبان و سیکرٹریان مال اور مبلغین صاحبان زیادہ سے زیادہ توجہ فرما کر اس تحریک کو کامیاب بنانے میں نظارت ہذا کے ساتھ تعاون فرما دیں گے۔ اگر جماعتوں کے صاحب حیثیت اور مخیر احباب۔ ایثار اور قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے مقدس فرض کو پہچانیں تو خدا تعالےٰ کے فضل سے اس فنڈ میں متوقع بجٹ آمد آسانی سے سو فیصدی پورا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمام احباب کو اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ اگست ۱۹۶۰ء میں ختم ہے

۱۴۴۶- مکرمہ مہر النساء بیگم صاحبہ ... ڈبرو گڑھ ... آسام
۱۷۶۶- مکرمی شیخ اختر حسین صاحب ... شموگہ ... میسور
۱۷۷۳- " عبد الرزاق صاحب ... " ... "
۱۷۷۴- " الحاج پیر کلیم اللہ صاحب ... " ... "
۱۷۷۵- " بی دستگیر صاحب ... " ... "
۱۷۷۸ " سیٹھ محمد یوسف صاحب بانی ... کلکتہ ... (کلکتہ)
۱۱۴۲- " سید محمد ذکریا صاحب ... بھدرک ... اڑیسہ
۱۲۵۴- " انچارج صاحب احمدیہ دار التبلیغ بمبئی مشن ... بمبئی
۱۴۶۱- " میر اشیر علی صاحب ... مانکاگوڑا ... اڑیسہ
۱۵۸۲- " غلام احمد صاحب کمپاؤنڈر ... چرگاؤں ... یوپی
۱۷۴۳ " عنایت حسن خاں صاحب ... پیلی بھیت ... "
۱۹۲۸- " انچارج صاحب لائبریری احمدیہ جوبلی ہال حیدر آباد ... دکن
۱۹۲۹- " پرنس نواب سعادت جاہ ... " ... "
۱۹۳۰ " حکیم محمد قاسم صاحب ... کلکتہ ملا ... کلکتہ
۱۹۳۱- " عرفان احمد صاحب ... رانچی ... بہار
۱۹۳۲ " کمال الدین صاحب ... مدراس ... مدراس
۱۹۳۹ " ایس۔ اے میر احمد صاحب ... ساگر ... میسور
۱۹۴۰ " عبد السلام صاحب ... یادگیر ... میسور
۱۹۴۲ " اعجاز احمد صاحب ... حیدر آباد ... دکن
۱۱۴۳- " راجہ مظفر خاں صاحب ... سندر باڑی ... کشمیر
۱۹۴۴- " محمد احمد صاحب ... دڈھمان ... آندھرا
۱۹۴۹ " ڈاکٹر الطاف حسین صاحب ... کلکتہ ۱۵ ... کلکتہ
۱۹۵۰ " محمود احمد خاں صاحب ... یادگیر ... میسور
۱۹۵۱ " محمد عبد الحبیب صاحب ... شاہ پور ... دکن
۱۸۵۷ " حکیم زین الدین صاحب ... سرسا گنج ... یوپی
۱۹۸۸ " ایس۔ کے عبد الرزاق صاحب ... بھدرا وتی ... میسور
۱۹۹۴ " سید رحیم الدین صاحب ... سائیکا دس (یادگیر) ... آندھرا
۱۸۰۱ " محمد سلیمان صاحب درویش ... دہلی ... یوپی
۳۲۶۴ " محمد شمس الحق صاحب ... پنکال ... اڑیسہ
۱۰۹۹ " قاضی حکیم الدین صاحب ... علی پور کھیڑہ ... یوپی
۱۰۲۴ " خواجہ غلام محمد صاحب ... بانڈی پورہ ... کشمیر
۱۹۳۶ " عطاء الرحمن صاحب ... موسیٰ بنی مائینز ... بہار
۱۴۴۳ " سید نصیر الدین صاحب ... سونگھڑہ ... اڑیسہ
۱۹۴۱ " محمد خاں صاحب ... موسیٰ بنی مائینز ... بہار

مینجر بدر قادیان

بدر کا

تحریک جدید نمبر

مرکزی دفتر تحریک جدید قادیان کے اعلان کے مطابق تمام جماعتیں ۱۴ر ستمبر تا ۱۹ر ستمبر ہفتہ تحریک جدید منا رہی ہیں۔ اس موقعہ پر اخبار بدر کی طرف سے "تحریک جدید نمبر" بھی شائع کیا جانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جسے اس ہفتہ کے شروع ہونے سے قبل ہی احباب تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ تا دوست اس سے استفادہ کر سکیں۔ اس لئے بطور اطلاع اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ۸ر ستمبر کا پرچہ تحریک جدید نمبر ہوگا۔ جو اس تاریخ پر پوسٹ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

(ادارہ)

خبریں

ماسکو ۱۸ر اگست ۔ روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے اطلاع دی ہے کہ روسی سائنسدانوں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جو کاغذ پر لکھے حروف کو آواز میں بدل سکتی ہے

ماسکو ۱۸ر اگست ۔ امریکہ کے ہوا باز مسٹر پاورز جسے روس پر جاسوسی اُڑان کرنے کے الزام میں دس سال قید کی سزا ہوئی ہے روسی سرکار نے مسز پاورز کو مطلع کیا ہے کہ وہ مسٹر پاورز کی قید کے دوران میں مہینہ میں ایک بار اس سے ملاقات کر سکے گی ۔ واضح رہے سزا کے حکم کے مطابق مسٹر پاورز کو ۳ سال جیل میں رہنا ہوگا اور باقی سال ایک کیمپ میں گزارنے ہوں گے ۔ جہاں اُس سے مشقت لی جائے گی ۔

بھوبنیشور ۱۸ر اگست ۔ اڑیسہ کے گورنر شری سُکتنا کر نے آج ایک بیان میں کہا کہ اڑیسہ کو ان دنوں تاریخ کے خوفناک سیلاب کا سامنا ہے ۔ متعدد اضلاع میں وسیع علاقے مکمل طور پر زیر آب ہو گئے ہیں ۔ اور اس سے لاکھوں لوگوں کو بے پناہ مصائب کا سامنا ہے ۔ ایک موٹے اندازہ کے مطابق صرف دو اضلاع کٹک اور بالاسور میں دس لاکھ سے زائد اشخاص سیلابوں سے متاثر ہوئے ہیں ۔

ماسکو ۲۰ر اگست ۔ روس کی تاس نیوز ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ روس نے سپتنک کو جو خلائی جہاز خلائے آسمانی میں چھوڑا تھا اُسے مقررہ پروگرام کے مطابق کامیابی کے ساتھ واپس زمین پر اتار لیا ہے ۔ اس خلائی جہاز میں اسٹریلکا اور بیلکا نامی دو کتے اور چند دوسرے جانور بھیجے گئے تھے وہ بالکل ٹھیک ہیں ۔ خلائی جہاز کا وزن ساڑھے پانچ ٹن تھا اور جب اُسے خلائے آسمانی میں چھوڑا گیا تھا ۔ تو پروگرام کے مطابق راستہ میں خلائی

جہاز کا وہ خول علیحدہ ہو گیا تھا جس میں دونوں کتے اور دوسرے جانور رکھے گئے تھے ۔ اب خلائی جہاز اور خول دونوں کو واپس زمین پر اُتار لیا گیا ہے یہ خلائی جہاز اسی جگہ سے ۶ میل دور اُترا جہاں اُتارنے کے لئے پروگرام بنایا گیا تھا ۔ خلائی جہاز زمین سے ایک سو میل کی بلندی پر زمین کے اردگرد چکر لگا رہا تھا ۔ جب اُسے زمین پر واپس اُتارا گیا تو وہ زمین کے اردگرد ۱۸ چکر لگا چکا تھا

تاس نیوز ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ روس کے خلائی جہاز کو کامیابی سے واپس زمین پر لانے سے انسان کو خلائے آسمانی میں بھیجنے اور وہاں سے اُسے واپس لانے کے لئے راستہ کھل گیا ہے ۔ اعلان میں مزید کہا گیا ہے کہ جس مشینری سے خلائی جہاز کو کنٹرول کیا گیا ۔ اس نے نہایت صحیح طریقہ سے کام کیا ۔ خلائی جہاز کے اندر خول میں ایسے آلات لگائے گئے تھے ۔ جن سے خلائی جہاز کی پرواز کے وقت کتوں اور جانوروں کے زندہ رہنے کا ماحول پیدا ہو گیا تھا ۔ یہ خلائی جہاز ۹۰ منٹ میں زمین کا چکر لگاتا تھا ۔ روسی سائنسدانوں نے بیان کیا ہے کہ وہ اس تجربہ میں یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ جب خلائی جہاز کرۂ ارض کی فضا میں دوبارہ داخل ہو تو خلائی جہاز پر کیا اثر ہوتا ہے سائنس دان ایک ٹیلی ویژن آلہ کے ذریعہ خلائی جہاز میں بھیجے گئے ۔ جانوروں کی حالت کا جائزہ لیتے رہے ۔ خلائی جہاز کے خول میں جو آلات نصب تھے وہ بھی پوری صحت کے ساتھ کام کرتے رہے ۔ کتے اور دوسرے جانور مقررہ اوقات پر اپنی خوراک کھاتے رہے ۔

بمبئی ۱۸ر اگست ۔ ڈیفنس منسٹر شری کرشنا مینن نے کل نیشنل یونین آف سٹوڈنٹس آف انڈیا کو خطاب کرتے ہوئے بھارتی عوام کو دیش کا قومی اتحاد مضبوط رکھنے اور علاقائی تعصبات کو ترک کرنے کی اپیل کی اور کہا کہ ہمیں تاریخ سے یہ سبق لینا چاہیئے کہ ہندوستان کبھی بھی حملہ آوروں کے طاقتور ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اندرونی پھوٹ کی وجہ سے غیر ملکی حملوں کا شکار ہوتا رہا ہے ۔ آپ نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ پارٹی بازی بھارتی سماج کے جیون کا ایک حصہ بن گئی ہے ۔ لیکن اس دھڑے بندی کیلئے قومی اتحاد پر غالب آنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے

اتحاد اور قناعت

(بقیہ صفحہ ۲)

ساز و سامان کی کثرت کا نام زندگی نہیں بلکہ زندگی اور امیری دل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ۔ جب ایک انسان کا دل غنی ہو جائے تو اس میں سیر چشمی پیدا ہو جاتی ہے وہ خود بھی خوشی اور مسرت کی زندگی بسر کرتا ہے اور بنی نوع انسان کے لئے قربانی اور ایثار کا نمونہ بھی پیش کر سکتا ہے ۔ اور یہ چیز سادہ زندگی بسر کرنے سے حاصل ہوتی ہے ۔ سادہ جیون بتانا بڑی نعمت ہے فیشن پرستی اور دکھاوا ملک میں افتراق و انشقاق کا باعث ہے عورتوں میں ایسی مرض نسبتاً زیادہ ہے اور عام طور پر یہ عورت دوسری عورت کو دیکھ کر بن سنور نے کی خواہش رکھتی ہے مگر ظاہر ہے کہ ہر طبقہ کے لئے یہ ممکن بھی نہیں ۔ بس اس سے امیر و غریب کے دو دھڑے بن جاتے ہیں ۔ اندر ہی اندر حسد کی آگ بھڑکتی ہے اور انسان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتی ۔

قناعت سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور ترقی کے لئے ہاتھ پاؤں نہ ہلائے بلکہ جس صورت میں کہ ہمارا ملک بمقابلہ دیگر ترقی یافتہ ممالک کے ایک پسماندہ ملک ہے ہمیں اپنے ماحول کے مطابق آگے بڑھنے اور ترقی کے لئے ہر ممکن جدوجہد سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے ۔ جس کے پاس دولت ہے وہ اس میں سے غرباء کا حصہ بھی نکالے ۔ اس طرح نہیں کہ ہزار دو ہزار لیا اور غرباء میں بانٹ دیا بے شک اس طرح کی نیکی بھی اگر یہ عمل کی جائے تو اچھی ہے مگر زیادہ بہتر یہی ہے کہ دولتمند اپنی دولت کو بنکوں میں یا اپنی تجوریوں میں بند کر کے رکھنے کی بجائے اُسے میدان میں لائیں ۔ نئی صنعت میں لگائیں کارخانے جاری کریں اس سے غرباء کے لئے روزگار نکلے گا ان کے لئے محنت کے مواقع پیدا ہوں گے ۔ خود بھی ترقی کرے گا اور ملک کی دولت بھی بڑھے گی ۔ !!

نئی دہلی ۲۲ر اگست ۔ آج لوک سبھا میں بھارت کے تیسرے پانچسالہ پلان کے مسودہ پر بحث شروع ہوگئی ۔ وزیر اعظم پنڈت نہرو نے آج لوک سبھا میں پھر اعلان کیا کہ سوشلسٹ سماج کا قیام بھارت کی منزل مقصود ہے ۔ اور بھارت سرکار اس مطلب کے لئے کام کرتی رہے گی ۔ آپ نے کہا کہ ... کی ایک کمیٹی اس امر کی تحقیقات کے لئے مقرر کر دی جائے گی کہ پہلے دو پلانوں کے نتیجہ میں آمدنی میں جو بیالیس فیصدی اضافہ ہوا وہ کہاں گیا اور کن کن طبقوں کے پاس پہنچا ۔ اگر اس کا فائدہ صرف پانچ دس فیصدی لوگوں کو ہوا اور نوے فیصدی لوگ اس سے محروم رہے ہیں ۔ تو یہ کوئی اچھا نتیجہ نہیں ہے ۔ ہم دولت اور اقتصادی طاقت کو چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہونے دینا چاہتے ۔ آپ نے کہا کہ قیمتوں کو لازماً قابو میں رکھا جانا چاہیئے ۔ اس مطلب کے لئے کنٹرول ضرور ہوں گے ۔ مگر یہ کنٹرول منتخب نوعیت کے ہوں گے ۔ اور ضروری اشیاء تک ہی محدود رہیں گے ۔

یونائیٹڈ نیشنز (نیو یارک) ۲۲ر اگست ۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمرشولڈ نے سیکیورٹی کونسل کے اجلاس میں کانگو کے مسئلہ پر بحث کے دوران میں بتایا کہ اس وقت دس ملکوں کی ۱۴۴۹۱ فوج کانگو میں تعینات ہے ۔ یونائیٹڈ عرب ری پبلک نے ۵۵ فوجیوں کو ہوائی جہازوں میں کانگو پہنچانا شروع کیا ہے آپ نے کہا میں منورسالنکا اور سوڈان سے مزید فوج حاصل کرنے کے لئے بات چیت کر رہا ہوں ۔ آپ نے بتایا کہ اس وقت کانگو میں بلجیم کی فوج کی تعداد ۲۶ سو ہے ۔ بلجیم سرکار نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اپنی باقی ماندہ فوج آٹھ دن میں کانگو سے نکال لے گا ۔